ماہنامہ

خواتین

شعبان المعظم، رمضان المبارک 1447ھ فروری 2026ء

رمضان کریم

جلد: 05
شمارہ: 02

ویب ایڈیشن

روزی میں برکت کا وظیفہ

یکم (1st) رمضانُ المبارک کو مغرب کی نماز کے بعد جو کوئی 21 بار سورۃُ القدر پڑھے تو اُس کی روزی میں ایسی برکت ہوگی جیسے اونچی جگہ سے پانی نیچے کی طرف تیزی سے آتا ہے اِس طرح اُس کی طرف مال و دولت تیزی سے بڑھے گا اور یوں اُس کی تنگدستی دور ہوگی۔

جو بیمار ہو وہ

یَاحَیُّ 1000 بار

(اوّل آخر ایک بار درود پاک)

پڑھے ان شاءَ اللہ الکریم صحت یاب ہوگا۔

(شفا ملنے تک روزانہ پڑھنا ہے)

مُراد پوری ہو

یَا رَحْمٰنُ 11 بار

(اوّل آخر ایک بار درود شریف)

فرض یا نفل روزہ کھولتے وقت سورج غروب ہونے سے معمولی وقت پہلے پیشانی پر ہاتھ رکھ کر پڑھ لیجیے اور وقت ہونے پر افطار کرلیجیے ان شاءَ اللہ الکریم دل کی مُراد پوری ہوگی۔

یاد رکھنے کا مدنی نسخہ

جو کسی بات کو یاد رکھنا چاہے وہ یہ دعا پڑھ لے: (ترجمہ پڑھنا ضروری نہیں) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ مُذَكِّرِ الْخَيْرِ وَفَاعِلِهٖ (یعنی تمام خوبیاں اللہ تعالیٰ کے لیے جو بھلائی یاد دلانے والا اور بھلائی کرنے والا ہے) ان شاءَ اللہ اس دعا کی برکت سے وہ بات یاد رہے گی۔

(شرعۃ الاسلام ومفاتیح الجنان، ص 372، استنبول)

فہرست

موضوع	عنوان	مصنفہ	صفحہ
قرآن و حدیث			
شرح حدیث	پہلوان کون؟	محترمہ بنت کریم بخش مدنیہ عطاریہ	2
ایمانیات و عبادات			
عبادات	دن اور رات بنائے جانے کی حکمتیں	محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	4
فیضانِ سیرت			
اخلاقِ نبوی	حضور کی انبیائے کرام سے محبت	محترمہ بنت سید جاوید اقبال (فرسٹ پوزیشن)	7
ازواجِ انبیا	سیدہ جویریہ بنت حارث	شعبہ ماہنامہ خواتین	9
بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات	توجہ الی اللہ	محترمہ ام سلمہ مدنیہ عطاریہ	11
فیضانِ بزرگانِ دین			
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح قصیدۂ معراجیہ (قسط 9)	محترمہ بنت اشرف مدنیہ عطاریہ	12
فیضانِ امیر اہلِ سنت	پیغامِ بنتِ عطار، 63 نیک اعمال (نیک عمل نمبر 38)	محترمہ بنت عطار ہاجی	14
	شرح شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط 4)	محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ	17
	مدنی مذاکرہ		18
اسلام اور خواتین			
	بیٹیوں کو سحر اور افطار کا سلیقہ سکھائیں	محترمہ ام میلاد عطاریہ	21
علم نور ہے			
حصولِ علمِ دین کی رکاوٹیں	بری عادتیں (آخری قسط)	محترمہ بنت افضل مدنیہ عطاریہ	23
دار الافتاء اہلسنت			
شرعی راہ نمائی		مفتی فضیل رضا عطاری	25
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل		مفتی فضیل رضا عطاری	27
رسم و رواج			
	میت کی رسومات (8 ویں اور آخری قسط)	محترمہ بنت منصور مدنیہ عطاریہ	28
اخلاقیات			
جنت میں لے جانے والے اعمال	مخاطب کو توجہ دیجئے	محترمہ ام انس عطاریہ	31
جہنم میں لے جانے والے اعمال	مخاطب کو نظر انداز مت کیجئے	محترمہ بنت سید جاوید اقبال (فرسٹ پوزیشن)	33
فیضانِ دعوتِ اسلامی			
نئی لکھاری	تحریری مقابلہ	محترمہ ام طہ (فرسٹ پوزیشن)	35
اسلامی فلکیات	اپنا روزہ ضائع ہونے سے بچایئے	محترمہ بنت عبد الحمید مدنیہ عطاریہ	38
فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کی جھلکیاں	ترجمۃ القرآن کورس		39
تاثرات و سفارشات		محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	40

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون
مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلسنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور
(صرف تحریری) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net
صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ، دعوتِ اسلامی

پہلوان کون؟

محترمہ بنتِ کریم بخش مدنیہ عطاریہ
شعبہ کیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز ریاست آباد واہ کینٹ

فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: لوگوں کو پچھاڑ دینے والا پہلوان نہیں ہے پہلوان تو وہی ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کا مالک ہے۔[1]

شرحِ حدیث

عام طور پر پہلوان اسی کو سمجھا جاتا ہے جو کُشتی میں دوسروں کو پچھاڑ دے لیکن مذکورہ حدیثِ مبارک میں پہلوان اسے کہا گیا ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس کو قابو میں رکھے۔ اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: کیونکہ غصہ نفس کی طرف سے ہوتا ہے، اور نفس ہمارا بدترین دشمن ہے، اس کا مقابلہ کرنا، اسے پچھاڑ دینا بڑی بہادری کا کام ہے، نیز نفس قوتِ روحانی سے مغلوب ہوتا ہے، اور آدمی قوتِ جسمانی سے پچھاڑا جاتا ہے، قوتِ روحانی قوتِ جسمانی سے اعلیٰ و افضل ہے، لہٰذا اپنے نفس پر قابو پانے والا بڑا بہادر پہلوان ہے۔[2]

علامہ نَوَوِی فرماتے ہیں: تم یہ سمجھتے ہو کہ قابلِ تعریف، طاقتور اور فضیلت والا پہلوان وہ ہے جسے لوگ پچھاڑ نہ سکیں بلکہ وہ انہیں پچھاڑ دے، حالانکہ شرعاً ایسا نہیں، بلکہ غصے کے وقت اپنے نفس کو کنٹرول رکھنے والا ہی فضیلت والا اور قابلِ تعریف ہے۔[3] حکیمُ الْاُمَّت مفتی احمد یار خان فرماتے ہیں: غضب یعنی غصہ نفس کے اُس جوش کا نام ہے جو دوسرے سے بدلہ لینے یا اسے دَفع (دور) کرنے پر اُبھارے۔[4]

غصہ شیطانی جال ہے: غصے کا انجام اکثر ندامت اور پچھتاوے کی صورت میں نکلتا ہے۔ غصہ کرنے والی بظاہر دوسروں کو نقصان پہنچاتی ہے، مگر درحقیقت وہ سب سے بڑھ کر اپنا ہی نقصان کر بیٹھتی ہے۔ غصہ شیطان کا ایک مؤثر ہتھیار ہے جس کے ذریعے وہ انسان کی دنیا و آخرت دونوں برباد کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ غصے کی حالت میں انسان بدکلامی و الزام تراشی کرتا اور دوسروں کے دل دکھاتا ہے۔ بسا اوقات یہ کیفیت ہاتھاپائی اور مار دھاڑ تک پہنچ جاتی ہے۔ بعض لوگ غصے میں ناحق قتل جیسے سنگین جرم کے مرتکب ہو جاتے ہیں، جس سے ان کی زندگی تباہ ہو جاتی ہے۔ کبھی غصے میں ایسے کلمات زبان سے نکل جاتے ہیں جو ایمان کے لئے بھی خطرہ بن سکتے ہیں۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں: اے ابنِ آدم! جب تُو غصہ کرتا ہے تو اُچھلتا ہے قریب ہے کہ کہیں تو ایسی چھلانگ نہ لگا بیٹھے جو تجھے جہنم میں پہنچا دے۔[5]

غصہ پینے کے فضائل:

قرآنِ کریم میں متقین کے اوصاف میں سے یہ بھی ہے کہ وہ غصہ پی جاتے ہیں۔ (پ4، اٰل عمرٰن:134) نیز کئی احادیثِ مبارکہ میں بھی غصے کو پینے اور درگزر کرنے کے فضائل مذکور ہیں، دو احادیث درج ذیل ہیں:

- جو غصہ نکالنے پر قدرت ہونے کے باوجود پی جائے، تو اللہ پاک قیامت کے دن اس کے دل کو اپنی خوشنودی سے معمور (یعنی بھرپور) فرمادے گا۔[6]
- رِضائے الٰہی کے لئے جو بندہ غصے کا گھونٹ پی لے اللہ پاک کے نزدیک اس سے زیادہ اجر والا کوئی گھونٹ نہیں۔[7]

غصہ پی جانے والا صابر ہے: غصہ آنے پر قدرت ہونے کے باوجود اسے نافذ نہ کرنا بلکہ پی جانا صبر ہی کی ایک قسم ہے، جسے

Go To Index

حِلم و بردباری بھی کہا جاتا ہے اور صبر کرنے والوں کے بارے میں اللہ پاک فرماتا ہے: اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ۝ (پ23، الزمر:10) ترجمہ: صبر کرنے والوں ہی کو ان کا ثواب بے حساب بھرپور دیا جائے گا۔

اللہ پاک کے پیارے و آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے حلم کا عالم یہ تھا کہ کبھی بھی اپنی ذات کے لئے کسی سے بدلہ نہ لیتے، زیادتی کرنے والوں یہاں تک کہ جانی دشمنوں کو بھی معاف کر دیا کرتے تھے۔ اس کی بہترین مثال حضور کا فتحِ مکہ کے دن عام معافی کا اعلان فرمانا ہے۔ حالانکہ ان معاف کیے جانے والوں میں وہ لوگ بھی شامل تھے جنہوں نے حضور پر ظلم کے پہاڑ توڑے یہاں تک کہ آپ کو اپنا شہر چھوڑنے پر مجبور کیا۔ لیکن آپ نے کمالِ حلم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان سب کو معاف فرما دیا۔

گھریلو جھگڑوں کی ایک وجہ غصہ بھی ہے: ہمارے پیارے آقا کی بردباری کا یہ عالم تھا کہ خون کے پیاسوں کو بھی معاف فرما دیا، جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ذرا سی ناگوار بات پر صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے اور فوراً غصہ آجاتا ہے۔ آج گھروں میں بڑھتے ہوئے جھگڑوں اور ناچاقیوں کی ایک بڑی وجہ برداشت کا فقدان ہے۔ ایک ہی گھر میں رہنے والے افراد ایک دوسرے کے مزاج سے واقف ہونے کے باوجود جذبات و احساسات کا خیال نہیں رکھتے۔ والدین اولاد کو کچھ کہیں تو اولاد بدتمیزی پر اتر آتی ہے، اولاد سے غلطی ہو جائے تو والدین سختی کرنے لگتے ہیں، بہن بھائی معمولی باتوں پر لڑ پڑتے ہیں۔ ان معاملات میں خواتین بھی پیچھے نہیں، کہیں ماں بیٹی میں ناچاقی ہے، کہیں ساس بہو کے جھگڑے ہیں اور کہیں نند بھابھی یا دیورانی جیٹھانی کے درمیان اَن بن رہتی ہے۔ اگر ہم برداشت، صبر اور درگزر کو اپنا لیں اور غصے کو قابو میں رکھنا سیکھ لیں تو ہمارے گھروں کا ماحول خوشگوار بن سکتا ہے۔

برداشت کیسے پیدا کریں؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ غصے کو قابو کیسے کریں؟ برداشت کیسے پیدا کریں؟ اس کے لئے یہ فرمانِ مصطفٰے یاد رکھیے کہ علم سیکھنے سے آتا ہے اور تحمل مزاجی بتکلف برداشت کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ جو بھلائی حاصل کرنے کی کوشش کرے، اسے بھلائی دی جاتی ہے اور جو شر سے بچنا چاہتا ہے، اُسے بچایا جاتا ہے۔[8] یعنی غصے پر قابو حاصل کرنے کے لئے بتکلف کوشش کرنی ہوگی۔

کسی نے حضرت سلمان فارسی کو گالی دی تو انہوں نے فرمایا: اگر میزانِ عمل میں میرے نامۂ اعمال کا پلڑا ہلکا ہوا تو جو کچھ تو کہتا ہے میں اس سے بھی بُرا ہوں اور اگر میرے نامۂ اعمال کا پلڑا بھاری ہوا تو تیری گالی سے مجھے کچھ نقصان نہیں ہوگا۔[9]

غصے کے طبی نقصانات: غصے کے دنیوی و اخروی نقصانات ہیں، اس سے صحت پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔ مثلاً: ☆ غصے سے بلڈ پریشر بڑھ جاتا ہے جس سے دماغ کی شریان پھٹنے یعنی برین ہیمبرج ہو جانے یا فالج یا دل کا دورہ پڑ جانے کا خطرہ ہوتا ہے۔ ☆ بہت زیادہ غصہ کرنے والی کی قوتِ مدافعت کمزور ہو جاتی ہے۔ ☆ غصے سے پیٹ میں شدید درد، السر اور گیس ہو سکتا ہے۔ ☆ غصہ یرقان کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ ☆ غصہ پھیپھڑوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔ ☆ غصہ کرنے سے قوتِ حافظہ کمزور ہوتی ہے۔

غصے کا علاج کیسے کریں؟ غصے کا سب سے بہترین علاج تو یہ ہے کہ غصے کے اسباب (جن چیزوں سے غصہ آتا ہے ان) سے بچا جائے۔ پھر بھی اگر کبھی غصہ آجائے تو غصے کے دنیوی و اخروی نقصانات اور اس کی تباہ کاریوں پر غور کیجئے۔ اس کے ساتھ ساتھ ان باتوں میں سے کسی ایک یا سب پر عمل کیجئے: ☆ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھیے۔ ☆ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰه پڑھیے۔ ☆ چپ ہو جایئے۔ ☆ وضو کر لیجئے۔ ☆ ناک میں پانی چڑھایئے۔ ☆ کھڑی ہیں تو بیٹھ جایئے۔ ☆ بیٹھی ہیں تو لیٹ جایئے۔[10]

---

(1) مسلم، ص1078، حدیث:6643 (2) مراٰۃ المناجیح، 6/655 (3) شرح مسلم للنووی، جز:16/162 (4) مراٰۃ المناجیح، 6/655 (5) احیاء علوم الدین، 3/205 (6) جمع الجوامع، 7/269، حدیث:22994 (7) شعب الایمان، 6/314، حدیث:8307 (8) تاریخ ابن عساکر، 18/99، حدیث:4200 (9) احیاء علوم الدین، 3/212 (10) غصے کا علاج، ص32

دن اور رات بنائے جانے کی حکمتیں

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

دن اور رات اللہ پاک کی بنائی ہوئی عظیم نعمتیں ہیں جو زندگی کے نظم و ضبط، کامیابی اور سکون کے لئے لازم ہیں۔ دن محنت، کام اور روشنی کے لئے ہے تو رات آرام، سکون اور توانائی کی تجدید کے لئے ہے۔ یہی توازن انسان کو دنیا و آخرت میں کامیابی کی راہ دکھاتا ہے۔ اگر انسان اپنے دن رات کے وقت کو سمجھ داری، عبادت، علم و عمل اور زندگی کی ضروری سرگرمیوں میں تقسیم کرے تو وہ نہ صرف دنیا میں کامیاب ہوتا ہے بلکہ آخرت کے لئے بھی اپنا سرمایہ جمع کرتا ہے۔

پارہ 19 سورۃ الفرقان آیت نمبر 62 میں ارشاد ہوتا ہے: وَ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الَّیْلَ وَ النَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ یَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا(۶۲) ترجمہ: اور وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا۔

اس آیت کی ایک تفسیر یہ ہے کہ معبود وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا کہ ان میں سے ایک کے بعد دوسرا آتا اور اس کا قائم مقام ہوتا ہے تاکہ جس کا عمل رات یا دن میں سے کسی ایک میں قضا ہو جائے تو وہ دوسرے میں ادا کر لے۔ یہ رات اور دن کا ایک دوسرے کے بعد آنا اور قائم مقام ہونا اللہ پاک کی قدرت و حکمت کی دلیل ہے۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اللہ پاک وہی ہے جس نے رات اور دن میں ایسا نظام قائم فرمایا کہ جب رات آتی ہے تو دن چلا جاتا ہے اور جب دن آتا ہے تو رات چلی جاتی ہے اور اس نے کوئی دن ایسا نہیں بنایا جس کے لئے رات نہ ہو اور کوئی رات ایسی نہیں بنائی جس کے لئے دن نہ ہو تاکہ لوگوں کو سالوں کی گنتی معلوم رہے اور انہیں وہ وقت معلوم ہو جس میں کاروبار وغیرہ کے لئے نکلنا ہے اور وہ وقت بھی معلوم ہو جس میں انہیں راحت و آرام کرنا ہے اور یہ عظیم الشان نظام اللہ پاک کی قدرت و حکمت کے کمال کی دلیل ہے۔[1]

دن اور رات بنانے کی حکمتیں قرآن پاک کی روشنی میں

دن اور رات نشانیاں ہیں: اللہ پاک نے دن اور رات کو اپنی قدرت کی نشانیاں بنایا؛ رات کو سکون اور ٹھہراؤ کے لئے اور دن کو روشنی و حرکت کے لئے، تاکہ انسان معاش کی تلاش کر سکے اور وقت، سالوں اور حساب کی ترتیب کو سمجھ سکے۔ اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ کائنات کا نظام محض اتفاق نہیں بلکہ مکمل حکمت اور واضح منصوبہ بندی کے تحت ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا ہے: وَ جَعَلْنَا الَّیْلَ وَ النَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَاۤ اٰیَةَ الَّیْلِ وَ جَعَلْنَاۤ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَؕ-وَ كُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا(۱۲) (پ15، بنی اسرائیل:12) ترجمہ: اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا پھر ہم نے رات کی نشانی کو مٹا ہوا اور دن کی نشانی کو دیکھنے والی بنایا تاکہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو اور ہم نے ہر چیز کو خوب جدا جدا تفصیل سے بیان کر دیا۔

دن کام کے لئے ہیں: پارہ 21 سورۂ روم آیت نمبر 23 میں ارشاد ہوتا ہے: وَ مِنْ اٰیٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَ ابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖؕ-اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّسْمَعُوْنَ(۲۳) ترجمہ: اور رات اور دن میں تمہارا سونا اور اس کا فضل تلاش کرنا اس کی نشانیوں میں سے ہے، بے شک اس میں سننے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

اس آیت میں اللہ پاک نے اپنی وحدانیت پر انسان کی ان صفات سے اِستدلال فرمایا ہے جو انسان سے جدا ہو جاتی ہیں،

چنانچہ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو!رات اور دن میں تمہارا سونا اور اللہ پاک کا فضل تلاش کرنا اللہ پاک کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہیں عادت کے مطابق رات میں نیند آتی ہے اور ضرورت کے وقت تم دن میں بھی سو جاتے ہو جس سے تھکن دور ہوتی اور تمہارے بدن کو راحت حاصل ہوتی ہے، یونہی دن میں تم سفر کرتے اور اپنی معیشت کے اسباب کو تلاش کرتے ہو، تو غور کرو کہ تم پر نیند کون طاری کرتا ہے اور نیند کا یہ معمول کس نے بنایا ہے اور تمہیں معیشت کے اسباب تلاش کرنے کی ہمت اور صلاحیت کس نے دی ہے؟ اگر تم لاپروائی اور ضد سے کام نہ لو تو تمہیں یہی کہنا پڑے گا کہ ہزاروں برس سے انسانوں کا یہ معمول اور ان کا یہ فطری نظام صرف اسی اللہ پاک کا پیدا کیا ہوا ہے جو یکتا معبود ہے اور اس کی قدرت کامل ہے۔[2]

دن اور رات اللہ کا نظامِ زندگی: اللہ پاک نے رات کو انسان کے لئے پردے اور سکون کا ذریعہ بنایا تاکہ جسم و ذہن کو آرام ملے، نیند کو تھکن دور کرنے کا سبب قرار دیا اور دن کو بیداری، حرکت اور کام کا وقت بنایا۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ انسانی زندگی کا پورا نظام اللہ پاک کی کامل حکمت اور رحمت پر قائم ہے۔ جیسا کہ سورۂ فرقان میں ہے: وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا۝ (پ19، الفرقان: 47) ترجمہ: اور وہی ہے جس نے رات کو تمہارے لئے پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اٹھنے کے لیے بنایا۔

زندگی کا نظام قائم رکھنا: زندگی کا نظام اللہ پاک کی قائم کی ہوئی ایک کامل ترتیب پر چل رہا ہے۔ دن اور رات کا مسلسل آنا جانا، سورج کا طلوع و غروب اور چاند کی منزلیں سب اسی منظم نظام کا حصہ ہیں، جن کے ذریعے کائنات میں توازن برقرار رہتا ہے۔ اگر ہمیشہ دن رہتا یا ہمیشہ رات ہوتی تو انسانی زندگی، اس کے معمولات اور اس کی جسمانی و ذہنی صلاحیتیں شدید متاثر ہوتیں۔ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ پاک سورۂ یونس میں فرماتا ہے کہ وہی ہے جس نے سورج کو روشنی اور چاند کو نور بنایا اور چاند کے لیے منزلیں مقرر کر دیں تاکہ تم سالوں کی گنتی اور حساب جان لو۔

آزمائش کا میدان: دن انسان کے لئے آزمائش کا ایک کھلا میدان ہے، جس میں اسے اختیار دیا گیا ہے کہ وہ نیکی کا راستہ اختیار کرے یا برائی کا۔ زندگی کے معمولات، مصروفیات اور مواقع دراصل اسی امتحان کا حصہ ہیں، جس کے ذریعے انسان کے اعمال ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اللہ پاک سورۂ ملک کی دوسری آیت میں فرماتا ہے کہ وہ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون زیادہ اچھے عمل کرنے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زندگی کا ہر دن، ہر لمحہ انسان کے لئے ایک امتحان ہے، جس کا نتیجہ اللہ پاک کے علم کے مطابق ظاہر ہو گا۔

تعلیم و شعور کے مواقع: دن تعلیم و شعور کے مواقع فراہم کرتا ہے؛ یہ سیکھنے، پڑھنے، غور و فکر کرنے، سیر کرنے اور توبہ و رجوع کا وقت ہے۔ دن کے اجالے میں انسان جب باہر نکلتا ہے تو درخت، آسمان، زمین، انسانوں اور پرندوں کو دیکھ کر اللہ پاک کی قدرت کی نشانیوں پر غور کرتا ہے، جس سے اس کا شعور بیدار اور ایمان مضبوط ہوتا ہے۔ اسی طرف راہ نمائی کرتے ہوئے سورۂ عنکبوت کی بیسویں آیت میں ارشاد ہوا کہ تم فرماؤ: زمین میں چل کر دیکھو کہ اللہ نے پہلے کیسے بنایا؟ پھر اللہ دوسری مرتبہ پیدا فرمائے گا۔ بیشک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ (پ20، العنکبوت: 20)

یہ تمام آیاتِ مبارکہ اس حقیقت کو واضح کرتی ہیں کہ اللہ پاک کے ہر کام میں گہری حکمت اور کامل نظم موجود ہے۔ دن اور رات کا مسلسل آنا جانا، نیند و بیداری، محنت و آرام، وقت کا حساب اور انسانی اعمال کی آزمائش؛ یہ سب اسی الٰہی نظام کے مختلف پہلو ہیں جو کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ آسمانوں اور زمین کی تخلیق اور رات و دن کے اختلاف میں عقل رکھنے والوں کے لئے بے شمار نشانیاں ہیں، جو انسان کو غور و فکر کی دعوت دیتی ہیں۔

اللہ پاک کے مقرر کردہ نظام کے مطابق ایک پورا دن سورج کے غروب سے اگلے غروب تک شمار ہوتا ہے، جس پر قمری اور اسلامی تقویم قائم ہے اور لیل و نہار کے مجموعے سے یوم بنتا ہے۔ اسی قدرتی ترتیب کے تحت جب سات دن مکمل ہوتے ہیں تو ایک ہفتہ وجود میں آتا ہے جس کے دنوں کو انسانوں نے اپنی زبانوں میں مختلف نام دیئے۔ کائنات کی یہ مربوط اور مضبوط ساخت اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کرنے والا رب نہ تھکتا ہے اور نہ اس کے نظام میں کوئی خلل آتا ہے، بلکہ یہ سب اس کی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کا روشن اظہار ہے۔

دن اور رات انسانی زندگی کے خاموش مگر نہایت بامعنی گواہ ہیں۔ ہم روزمرہ زندگی میں اپنے کاموں میں اس بات کی بالکل پروا نہیں کرتیں کہ ہم دن کے اجالے میں کیا کر رہی ہیں یا رات کی تاریکی میں کیا عمل کر رہی ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ قیامت کے دن یہی دن اور رات ہمارے حق میں یا ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ انسان جن لمحات کو معمولی سمجھ کر گزار دیتا ہے، وہ لمحے اللہ پاک کے ہاں محفوظ ہو جاتے ہیں اور ایک دن انسان کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے۔

حضرت معقل بن یسار سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہر دن ابن آدم کو ندا دیتا ہے کہ اے ابنِ آدم! میں جدید مخلوق (نیا دن) ہوں، آج تو جو بھی عمل کرے گا کل (قیامت کے دن) میں تجھ پر گواہ ہوں گا، لہٰذا اچھا عمل کر تاکہ کل میں تیرے حق میں گواہی دوں کیونکہ میرے گزرنے کے بعد تو مجھے کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ پھر فرمایا: رات بھی اسی طرح کہتی ہے۔[3] یہ حدیث اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ دن اور رات محض وقت کے حصے نہیں بلکہ انسان کے اعمال کے زندہ گواہ ہیں۔

موت کے بعد جب انسان قبر میں طویل عرصہ گزار چکے گا اور پھر قیامت قائم ہوگی تو میدانِ محشر میں اس کے تمام اعمال اس کے سامنے رکھ دیئے جائیں گے۔ قرآنِ پاک میں متعدد مقامات پر اس منظر کی وضاحت کی گئی ہے۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اے انسان! تیرا اعمال نامہ (تیرے اعمال سے) پُر کیا جا رہا ہے، پھر اسے لپیٹ دیا جائے گا، پھر قیامت کے دن اسے تیرے سامنے کھولا جائے گا۔ لہٰذا انسان کو غور کرنا چاہئے کہ وہ اپنے نامۂ اعمال میں کیا لکھوا رہا ہے۔[4] جبکہ تفسیر ابنِ کثیر کے مطابق بندے کے تمام اچھے برے، چھوٹے بڑے اور پرانے نئے اعمال اس کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔[5]

یاد رکھئے! اس دنیا میں ہمیں جو سب سے قیمتی سرمایہ عطا کیا گیا ہے وہ وقت ہے۔ دن اور رات کی تقسیم ہمیں وقت کی قدر و قیمت اور اس کا درست استعمال سکھاتی ہے کہ دن کن کاموں کے لئے مخصوص ہے اور رات کن ذمہ داریوں اور عبادات کے لئے۔ یہی تقسیم ہماری زندگی میں توازن اور نظم پیدا کرتی ہے۔ ہمارا دین ہمیں یہ بھی سکھاتا ہے کہ دن کا آغاز اللہ پاک کے بابرکت نام سے کیا جائے، کیونکہ اسی میں برکت، راہ نمائی اور حقیقی کامیابی پوشیدہ ہے۔

اللہ پاک نے ہفتے کے سات دنوں کو صرف دنیاداری کے لئے نہیں بنایا بلکہ اس نے واضح طور پر فرمایا کہ اس نے ہمیں اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ اس لئے وقت کا اصل مصرف یہی ہے کہ اسے اللہ پاک کی رضا کے کاموں میں لگایا جائے، چاہے وہ عبادت ہو، نیکی ہو یا مخلوقِ خدا کی خدمت۔ اگر ہم اس حقیقت کو سمجھ لیں تو ہماری زندگی بامقصد اور بابرکت بن سکتی ہے۔ اللہ پاک ہمیں اپنی مختصر سی زندگی کو اپنی رضا کے مطابق گزارنے، وقت کی قدر کرنے اور ہر دن کو آخرت کی تیاری کا ذریعہ بنانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ والہ وسلم

---

1 تفسیر صراط الجنان، 7/47، 48 2 تفسیر صراط الجنان، 7/435 3 حلیۃ الاولیاء، 2/344، حدیث: 2501 4 تفسیر در منثور، 8/428 5 تفسیر ابن کثیر، 8/313

حضور کی انبیائے کرام سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 44ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جا رہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ سید جاوید اقبال (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: درجہ ثالثہ، لطیف آباد، حیدر آباد)

اللہ پاک نے تمام انبیائے کرام کو اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے مبعوث فرمایا اور سب سے آخر میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ حضور نہ صرف اپنی امت کے خیر خواہ اور شفیق تھے بلکہ تمام انبیائے کرام سے بھی بے پناہ محبت فرماتے تھے۔ یہ محبت دراصل حضور کے اخلاقِ عظیم، کمالِ جامعیت اور ربانی شفقت کی روشن دلیل ہے۔

قرآنِ مجید میں محبتِ انبیا کا بیان: قرآنِ کریم میں اللہ پاک نے انبیائے کرام کی مدح و ثنا فرما کر حضور کو اُن کی پیروی کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا: اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (پ7، الانعام: 90) ترجمہ: یہی وہ (مقدس) ہستیاں ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت کی تو تم ان کی ہدایت کی پیروی کرو۔ اس آیت میں حضور کو تمام انبیائے کرام کی راہوں پر چلنے کا حکم دے کر بتایا گیا کہ تمام انبیا کی ہدایت کا خلاصہ محمدی ہدایت میں جمع ہے، لہٰذا آپ ان سب سے محبت رکھتے ہیں کیونکہ آپ اُن سب کے جامع ہیں۔

احادیثِ مبارکہ میں حضور کی انبیا سے محبت

انبیائے کرام سے باہمی ربط: رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: میں تمام انبیا کے درمیان اس طرح ہوں جیسے ایک عمارت میں آخری اینٹ لگائی گئی ہو۔[1]

حضرت موسیٰ سے محبت: واقعۂ معراج میں جب حضور کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تو حضور نے ان کی رائے کو بار بار قبول فرمایا۔ جیسا کہ مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عرض کرنے پر حضور بارگاہِ الٰہی میں لوٹتے رہے یہاں تک کہ پانچ نمازیں مقرر ہوئیں۔[2]

حضرت عیسیٰ سے قرب و محبت: حضور نے ارشاد فرمایا: میں دنیا و آخرت میں عیسیٰ بن مریم کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ انبیا آپس میں بھائی بھائی ہیں، ان کی مائیں جدا ہیں مگر دین ایک ہے۔[3] یہ حدیثِ مبارک حضور کے حضرت عیسیٰ سے گہرے روحانی ربط و محبت کو ظاہر کرتی ہے اور بتاتی ہے کہ حضور تمام انبیا کو اپنا بھائی سمجھتے تھے، یہ محبت و اخوت کا اعلیٰ مظہر ہے۔

تمام انبیا کے لئے دعا و احترام: ایک روایت میں ہے: اللہ پاک کے نبیوں کو آپس میں ایک دوسرے پر فضیلت نہ دیا کرو (ایسی فضیلت جو نقص کا باعث بنے)۔[4] معلوم ہوا! حضور نے ہر نبی کے لئے عزت و حرمت کا حکم دیا اور ان کی محبت کو ایمان کا حصہ قرار دیا۔

حضور کا مقام جامعیتِ انبیا: تمام انبیا کی خوبیاں اور کمالات حضور کی ذات میں جمع ہیں۔ حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تمام انبیا میں سے جس کو بھی جو جو فضیلت عطا کی گئی وہ سب فضیلتیں حضور کو بھی عطا کی گئیں۔[5] اس لئے آپ کی اُن سب سے محبت دراصل اپنی صفاتِ کاملہ سے محبت ہے۔ یعنی انبیائے کرام کی فضیلتوں کا جوہر حضور میں جمع ہے، اسی لئے آپ انبیا سے سب سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔

حضور نے پچھلے انبیائے کرام کی عظمت بیان فرمائی، ان کے معجزات کی تصدیق کی اور ان کے حقوق یاد دلائے۔ یہ دراصل آپ کے اخلاقِ حسنہ اور محبتِ الٰہیہ کی عظیم مثال ہے۔ حضور محبتِ انبیا کی تکمیل ہیں۔ آپ نے کسی نبی کی توہین برداشت نہ فرمائی بلکہ ہر نبی کی تصدیق و تعظیم کی۔ چنانچہ ہم پر بھی لازم ہے کہ ہم بھی حضور اور تمام انبیا سے محبت کریں تاکہ ہمیں شفاعتِ محمدی نصیب ہو۔

محترمہ بنتِ خورشید احمد
(طالبہ: درجہ خامسہ، رحیم یار خان)

محبت ایک فطری جذبہ ہے۔ ہر انسان میں یہ جذبہ اس کے مقام کے مطابق پایا جاتا ہے۔ ذاتِ مصطفےٰ میں بھی جذبۂ محبت آپ کے شایانِ شان تھا، چونکہ حضور کا ہر فرمان و عمل رضائے الٰہی کے لئے تھا تو محبت بھی رضائے الٰہی کے لئے فرمائی۔ جس طرح حضور کو قربِ الٰہی کا ذریعہ بننے والی تمام عبادات سے لگاؤ تھا ایسے ہی اللہ پاک کے مقرب بندوں یعنی انبیائے کرام سے بھی خاص لگاؤ تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ محبت چار وجوہات کی بنا پر ہوتی ہے: جمال، کمال، نوال (یعنی احسان) اور قرابت۔ انبیائے کرام بلاشبہ جمال، کمال اور نوال میں سب سے افضل ہیں اور حضور تمام انبیا سے افضل ہیں۔ تمام انبیا چونکہ علاتی بھائی ہیں۔[6] لہٰذا حضور کی انبیا سے محبت کی ایک وجہ قرابت بھی ہے۔

یہ ایک عام بات ہے کہ جس سے محبت ہو انسان اس کا ذکر بھی کرتا ہے اور اس کی عادتوں کو اپنانے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ حضور کی حیات مبارکہ میں بھی انبیائے کرام سے محبت کی جھلک نظر آتی ہے۔ حضور نے فرمایا: 4 باتیں رسولوں کی سنت میں سے ہیں: حیا کرنا، عطر لگانا، مسواک کرنا اور نکاح کرنا۔[7] چنانچہ حضور نے خود بھی ان باتوں پر عمل کیا اور اپنے غلاموں کو بھی اس کی ترغیب یوں ارشاد فرمائی کہ تم میں سے کوئی میرے متعلق یہ نہ کہے کہ میں حضرت یونس علیہ السلام سے بہتر ہوں۔[8] یہ فرمان بھی سرکار کی نبیوں سے کمالِ محبت کی دلیل ہے۔

حضور نے گرگٹ کو مارنے کا حکم دیا تو وجہ یہ ارشاد فرمائی کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پھونکے مارتا تھا۔[9] یعنی جس چیز نے کسی نبی کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کی حضور نے اسے ناپسند فرمایا اور ایک روایت میں گرگٹ کو پہلی ضرب میں مارنے پر 100 نیکیوں کے ثواب کی بشارت عطا فرمائی۔[10]

بے شک محبوب کو تکلیف دینے والی چیز کو ناپسند کرنا بھی محبت ہی کی علامت ہے۔ ایک مرتبہ سفر میں صحابہ کرام نے حضور کے ساتھ قومِ ثمود کی بستی حِجر میں پڑاؤ کیا تو وہاں کے کنویں کا پانی بھر لیا اور آٹا بھی اس پانی سے گوندھ لیا، جب حضور کو معلوم ہوا تو انہیں حکم دیا کہ جو پانی برتنوں میں بھر لیا اسے انڈیل دیں، گوندھا ہوا آٹا بھی جانوروں کو کھلا دیں اور پانی اس کنویں سے لیں جس سے حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی پانی پیا کرتی تھی۔[11]

قومِ ثمود چونکہ اپنے نبی کی نافرمانی کی وجہ سے ربِ قہار کے عذاب میں گرفتار ہوئی اس لئے سرکار نے نہ تو اس قوم کے کنویں کا پانی استعمال فرمایا اور نہ اس پانی سے گوندھے ہوئے آٹے کو استعمال فرمایا اور نہ ہی اس کے استعمال کی صحابہ کو اجازت عطا کی، بلکہ پیارے نبی حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے پانی کی جگہ سے پانی لینے کا حکم فرمایا۔ اس انداز سے بھی حضور کا انبیائے کرام سے لگاؤ جھلک رہا ہے۔

اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہمیں بھی انبیائے کرام کا عشق عطا فرمائے، ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے اور حقیقی معنٰی میں ان کی اطاعت کرنے والی بنائے۔

اٰمین بِجاہِ خاتمِ النّبیین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

(1) بخاری، 2/484، 485، حدیث: 3535 ملتقطاً (2) بخاری، 1/141، حدیث: 349 (3) بخاری، 2/458، حدیث: 3443 (4) بخاری، 2/446، حدیث: 3414 (5) الشفاء، 1/45 (6) مسلم، ص989، حدیث: 6130 (7) ترمذی، 2/342، حدیث: 1082 (8) بخاری، 2/446، حدیث: 3412 (9) بخاری، 2/423، حدیث: 3359 (10) مسلم، ص948، حدیث: 5847 (11) بخاری، 2/432، حدیث: 3379

Go To Index

سیدہ جویریہ بنتِ حارث

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

انسان بسا اوقات زندگی کا ایک طویل حصہ نور وہدایت کے سرچشمے سے دور گزار دیتا ہے، لیکن جب اللہ پاک کسی کے لئے ہدایت کا فیصلہ فرمالیتا ہے تو اس کی تقدیر بدل جاتی ہے اور وہ حق کے راستے پر گامزن ہو جاتا ہے۔ ہدایت کی یہ روشنی کبھی فرد تک محدود نہیں رہتی بلکہ پورے خاندان اور قبیلے کے لئے خیر و برکت کا سبب بن جاتی ہے۔ ام المومنین حضرت جویریہ بنتِ حارث رضی اللہ عنہا ایسی ہی ایک جلیلُ القدر ہستی ہیں جن کے اسلام قبول کرنے سے ان کے قبیلے کے کثیر افراد کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی یعنی آپ کی زندگی اپنی ذات کے ساتھ ساتھ آپ کی قوم کے لئے بھی سراسر خیر ثابت ہوئی۔

اللہ پاک نے ام المومنین حضرت جویریہ کی ذات میں نیکی، بھلائی، فضل اور شرف کی بے شمار خوبیاں جمع فرما دی تھیں۔ آپ ہجرت سے 15 سال قبل پیدا ہوئیں اور ایک نہایت شاہانہ اور باوقار ماحول میں پرورش پائی۔ آپ قبیلہ بنو مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی تھیں، جنہیں اپنے قبیلے میں غیر معمولی احترام اور مقبولیت حاصل تھی۔ حضرت جویریہ حسن و جمال اور اخلاق و آداب میں بے مثل تھیں، جیسا کہ آپ کے حسن وجمال کا ذکر کرتے ہوئے ام المومنین سیدہ عائشہ فرماتی ہیں: سیدہ جویریہ نہایت شیریں و ملیح حسن والی عورت تھیں، جو بھی انہیں دیکھتا گرویدہ ہوئے بغیر نہ رہتا۔[1]

حضور سے نکاح

تقدیر کے فیصلے بھی عجیب ہوتے ہیں، جب وہ جلوہ گر ہوتے ہیں تو تاریخ کا رخ بدل دیتے ہیں۔ حضرت جویریہ کا پہلا نکاح جب بنو خزاعہ کے نوجوان مسافع بن صفوان سے ہوا، اس وقت آپ کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ ایک دن آپ نعمتِ ایمان سے سرفراز ہوں گی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی زوجیت میں آکر ام المومنین کے اعلیٰ و ارفع مقام پر فائز ہوں گی۔ اس کا سبب کچھ یوں بنا کہ آپ کے والد حارث بن ضرار نے جو قبیلہ بنو مصطلق کے سردار بھی تھے، قریش کے اشارے پر مدینے شریف پر حملے کا ارادہ کیا، مگر اسے کیا خبر تھی کہ اس کی یہ تدبیر اس کی بیٹی کے لئے عزت، آزادی اور ابدی رفعت کا سبب بن جائے گی۔ چنانچہ جب حضور کو اس خطرے کی اطلاع ملی تو آپ شعبان پانچ ہجری کو مجاہدین کے لشکر کے ساتھ مدینے سے روانہ ہوئے۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر پھیلتے ہی حارث بن ضرار کے کثیر ساتھیوں کے قدم اکھڑ گئے اور وہ میدان چھوڑ کر فرار ہو گئے۔ بہر حال مقامِ مریسیع پر مختصر مگر فیصلہ کن مقابلہ ہوا۔ بنو مصطلق شکست سے دوچار ہوئے اور ان کے سینکڑوں لوگ قید ہو گئے۔ انہی قیدیوں میں حضرت جویریہ بنتِ حارث بھی تھیں۔

آپ چونکہ سردار کی بیٹی تھیں، اس لئے قید و غلامی کا تصور بھی آپ کے لئے دلخراش تھا۔ قسمت نے آپ کو حضرت ثابت بن قیس کے حصے میں دیا، مگر آپ کے دل میں آزادی کی تڑپ زندہ تھی۔ آپ نے مالِ مکاتبت کے ذریعے رہائی کی خواہش ظاہر کی اور نو اوقیہ سونا مقرر ہوا جس کی ادائیگی آپ کے لئے ممکن نہ تھی، اسی پریشانی کے عالم میں آپ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ کی زبان پر فریاد تھی اور دل میں امید۔ حضور نے آپ کی بات سنی اور وہ جملہ ارشاد فرمایا جو آپ کی زندگی ہی

Go To Index

نہیں، آپ کی قوم کی تقدیر بدل دینے والا تھا: **کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ میں تمہارا مالِ مکاتبت ادا کر دوں اور تم سے نکاح کر لوں؟**[2] سیدہ جویریہ کے لئے یہ پیشکش عزت، آزادی اور ایمان کا پیغام تھی۔ آپ نے فوراً یہ پیشکش قبول کر لی۔ یوں حضور نے مالِ مکاتبت ادا فرمایا اور نکاح کر کے آپ کو امہات المومنین کے بلند مرتبے پر فائز فرما دیا۔

یہ نکاح محض دو افراد کا رشتہ نہ تھا، بلکہ پورے بنو مصطلق قبیلے کے لئے رحمت بن گیا۔ وہ یوں کہ اس نکاح کی خبر جب صحابہ کرام کو پہنچی تو آپ کو یہ بات گوارا نہ ہوئی کہ جس قبیلے میں حضور نکاح فرمائیں اس قبیلے کا کوئی فرد آپ کی غلامی میں رہے چنانچہ آپ کے پاس جتنے لونڈی غلام تھے سب کو یہ کہہ کر آزاد کر دیا کہ یہ ہمارے آقا کے سسرالی رشتے دار ہیں۔[3] چنانچہ حضرت جویریہ کے والد حارث بن ضرار اور آپ کے دو بھائی عمرو اور عبدُ اللہ اور ایک بہن عمرہ سبھی مسلمان ہو کر شرفِ صحابیّت سے سربلند ہوئے۔[4] سیدہ عائشہ صِدّیقہ اس خیر و برکت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں: اپنی قوم پر بڑی برکت والی کوئی عورت ہم نے حضرتِ جویریہ سے بڑھ کر نہیں دیکھی۔[5]

حضرت جویریہ کا مختصر تعارف

آپ حضرت ہود علیہ السّلام کی اولاد میں سے ہیں اور آپ کے والد حضرت حارث قبیلہ بنی مصطلق کے سردار تھے جو کہ خزاعہ کی ایک شاخ ہے۔[6] آپ کا نام برہ تھا، حضور برہ نام رکھنے کو ناپسند فرماتے تھے، اگر کسی کا یہ نام ہو تو تبدیل فرما دیتے تھے، اسی لئے حضور نے آپ کا نام تبدیل فرما کر جویریہ رکھا۔[7]

پیارے آقا کو یہ نام کیوں پسند نہ تھا اور کیوں اسے تبدیل فرما دیتے تھے اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی فرماتے ہیں: حضور انور نے برہ نام اس لئے بدل دیا کہ اگر آپ اپنی ان بیوی صاحبہ کے پاس سے تشریف لائیں تو یہ نہ کہا جائے کہ آپ برہ یعنی نیک کے یا نیکی کے پاس سے آئے کہ اس کا مطلب یہ بن جاتا ہے کہ نیکی سے نکل کر آئے تو نعوذ باللہ برائی میں آئے۔[8]

فضائل و مناقب

عبادت و تقویٰ: حضرت جویریہ کو عبادت سے نہایت شغف تھا، جیسا کہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نے آپ کو صبح کے وقت عبادت کرتے دیکھا، پھر کافی دیر بعد وہاں سے گزرے تو حضرت جویریہ کو اسی حالت میں پا کر پوچھا: کیا ہمیشہ اسی طرح عبادت کرتی ہو؟ عرض کی: جی ہاں۔ تو حضور نے فرمایا: میں نے یہاں سے جانے کے بعد چار ایسے کلمات تین بار پڑھے ہیں اگر انہیں تمہاری سارے دن کی عبادات کے ساتھ وزن کیا جائے تو بھاری نکلیں۔ وہ کلمات یہ ہیں: سُبْحَانَ اللہِ وَبِحَمْدِہٖ، عَدَدَ خَلْقِہٖ وَرِضَا نَفْسِہٖ وَزِنَۃَ عَرْشِہٖ وَمِدَادَ کَلِمَاتِہٖ۔[9]

عقلمندی اور حکمت: حضرت جویریہ بہت سمجھ دار، معاملہ فہم و دانش مند خاتون تھیں۔ آپ نے قید کی حالت میں بھی بڑے وقار سے بارگاہِ رسالت میں بدلِ مکاتبت کی درخواست کی جو آپ کی خودداری کی علامت ہے۔

حضرت جویریہ کی وفات: حضرت جویریہ نے ربیع الاول 50 ہجری میں وفات پائی، اس وقت آپ کی عمر 65 برس تھی۔ آپ کی نمازِ جنازہ مدینے کے حاکم مروان بن حکم نے پڑھائی اور جنّتُ البقیع میں تدفین ہوئی۔[10]

---

1. الاحسان، 6/143، حدیث: 4043
2. ابوداود، 4/30، حدیث: 3931
3. ابوداود، 4/30، حدیث: 3931
4. فیضان امہات المومنین، ص 246
5. ابوداود، 4/31، حدیث: 3931
6. فیضان امہات المومنین، ص 245
7. مستدرک، 5/36، حدیث: 6861
8. مراٰۃ المناجیح، 6/410
9. مسلم، ص 1119، حدیث: 6913
10. زرقانی علی المواہب، 4/428

Go To Index

توجہ الی اللہ

محترمہ اُمِّ سلمہ مدنیہ عطاریہ ملیر کراچی

حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا نے ایک مرتبہ کوئی فصل بوئی، (پکنے کے وقت) اس پر ٹڈیوں نے حملہ کر دیا، آپ نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی: اے اللہ! میرے رزق کا تُو ہی کفیل ہے، اگر چاہے تو اسے اپنے دشمنوں کو کھلا دے، یا دوستوں کو۔ اتنا کہنے کی دیر تھی کہ ٹڈیاں کھیت سے ایسی اُڑیں گویا کبھی آئی ہی نہ تھیں۔[1]

ہماری بزرگ خواتین کی زندگیوں کا نمایاں وصف یہ تھا کہ کسی بھی پریشانی یا مشکل کے وقت ان کی توجہ فوراً ذاتِ الٰہی کی طرف ہو جاتی۔ وہ گھبراہٹ یا بے چینی کے بجائے اللہ پاک کو پکارتیں اور اسی کی بارگاہ میں دعا کیا کرتیں۔ کچھ عرصے پہلے تک ہمارے معاشرے میں بھی یہی فضا موجود تھی، جہاں مائیں اپنے بچوں کو عملی طور پر ذکرِ الٰہی سکھاتی تھیں۔ بچہ چلتے ہوئے گر جاتا یا ٹھوکر لگتی تو ماں کے منہ سے بے ساختہ حَسْبِیَ اللہ نکلتا۔ بچہ رات کو ڈر جاتا تو اسے سینے سے لگا کر اللہ پاک کا ذکر کیا جاتا۔ کسی اچانک بات پر **یا اللہ خیر** کہا جاتا۔ یوں گھروں میں اللہ پاک کا ذکر عام تھا اور ہر تکلیف میں اسی ربِّ کریم کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

بظاہر زندگی گزارنے اور مسائل حل کرنے کے ہمارے پاس کئی اسباب موجود ہوتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ سب اسباب محدود ہیں۔ زندگی میں بعض اوقات ایسے مراحل آتے ہیں جب ساری امیدیں ٹوٹتی محسوس ہوتی ہیں، ہر دروازہ بند نظر آتا ہے اور دل پر مایوسی چھا جاتی ہے۔ لیکن غور کیا جائے تو ایسے وقت میں بھی ایک امید باقی رہتی ہے اور ایک دروازہ ہمیشہ کھلا ہوتا ہے اور وہ پروردگارِ عالم کی پاک بارگاہ ہے۔ وہی فریاد سننے والا اور اپنے بندوں پر رحم فرمانے والا ہے۔ اسی کی طرف رجوع کرنے سے پریشانیاں دور ہوتی ہیں۔ اس کی بارگاہ میں نیک و بد سب کی بگڑی سنور جاتی ہے۔ عام طور پر جب انسان کسی مشکل یا پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے دل میں سب سے پہلے دنیا کے ظاہری اسباب کا خیال آتا ہے۔ بیماری میں ڈاکٹر یاد آتا ہے تو مالی ضرورت پیش آنے پر عزیزوں اور دوستوں کی طرف توجہ جاتی ہے۔ یہ طریقہ اگرچہ ناجائز نہیں، مگر ایک مسلمان کی شان اس سے بلند ہے۔ اسے چاہیے کہ خوشی ہو یا غم، راحت ہو یا تکلیف، ہر حال میں سب سے پہلے اپنے رب کو یاد کرے۔ اگرچہ ظاہری اسباب اختیار کرنا یعنی علاج کروانا اور جائز مدد لینا درست ہے، مگر یہ سب ثانوی امور ہیں۔ اصل کمال یہ ہے کہ ہمارا دل ہر حال میں اللہ پاک کی طرف متوجہ رہے اور اسی پر کامل بھروسا ہو۔

مصیبت اور پریشانی کے وقت ہمیں چاہئے کہ سب سے پہلے بارگاہِ الٰہی میں توبہ و استغفار کریں اور دل سے دعا مانگیں، کیونکہ مشکل سے نجات دینے، بیماری سے شفا عطا کرنے، قرض اور تنگ دستی سے بچانے والی ذات اللہ پاک کی ہے۔ اس لئے اسباب پر نہیں بلکہ مُسَبِّبُ الْاَسْبَاب پر بھروسا ہونا چاہئے۔ سچے دل سے اللہ پاک کی طرف رجوع کرنے والوں کے لئے خود بخود راستے اور اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح نعمت اور راحت ملنے پر بھی رب سے غافل نہیں ہونا چاہئے بلکہ اس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ کاش! ہماری توجہ ہر حال میں اللہ پاک کی جانب رہے، خوشی میں شکر، غم میں صبر اور ہر حال میں دعا اور عاجزی ہماری زندگی کا حصہ بن جائے۔

---

[1] جامع کراماتِ اولیا، 2/90

شرحِ قصیدۂ معراجیہ (قسط9)

محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

34

جھلک سی اِک قدسیوں پر آئی ہوا بھی دامن کی پھر نہ پائی
سواری دُولھا کی دُور پہنچی برات میں ہوش ہی گئے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **قدسی:** فرشتے۔

مفہوم شعر: جو فرشتے سدرۃ المنتہیٰ پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے دیدار کے لئے جمع تھے؛ انہوں نے چھوٹی سی ایک جھلک حضور کے دیدار کی دیکھی، اس کے بعد انہیں ہوش ہی نہ رہا کہ دامن کہاں ہے اور دامن والا کہاں ہے، پلک جھپکنے میں دولہا کی سواری نظروں سے غائب ہو گئی۔

شرح: اس شعر کا پچھلے شعر سے بڑا خوبصورت تعلق ہے۔ پچھلے شعر میں حضور کی معراج میں تیز رفتاری کا ذکر تھا کہ سرو قد والا محبوب اس شان سے چلا کہ سدرہ بھی آپ کا دامن تھام کر آپ کو نہ روک سکا، آپ پلک جھپکنے کی مقدار میں مکاں سے لامکاں جا پہنچے، البتہ! سدرۃ المنتہیٰ پر حضور کے دیدار کے لئے کثیر تعداد میں جمع ہونے والے فرشتوں نے آپ کی ایک جھلک کا نظارہ ہی کیا تھا کہ وہ بے خود سے ہو گئے اور ان کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی حضور کی سواری پلک جھپکنے کی دیر میں بہت دور جا پہنچی۔

35

تھکے تھے رُوحُ الامیں کے بازو چھٹا وہ دامن کہاں وہ پہلو
رکاب چھوٹی امید ٹوٹی نگاہِ حسرت کے ولولے تھے

مشکل الفاظ کے معنی: **روحُ الامین:** حضرت جبرائیلِ امین علیہ السلام۔ **رکاب:** سواری کے دونوں طرف پاؤں رکھنے کا حلقہ۔ **حسرت:** ارمان۔ **ولولے:** جوش و خروش۔

مفہوم شعر: اس سفر میں فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل بھی تھک کر ایک مقام پہ رک گئے کیونکہ وہ اس سے آگے نہیں جا سکتے تھے، ان کے دل میں بڑی حسرت تھی کہ شاید حضور کے ساتھ انہیں بھی اللہ پاک کا دیدار ہو جائے مگر جیسے ہی حضور آگے بڑھے ان کی امید ٹوٹ گئی۔

شرح: مذکورہ شعر میں اعلیٰ حضرت سدرۃ المنتہیٰ پر روح امین کی عذر خواہی کو کچھ یوں بیان فرماتے ہیں: سدرۃ المنتہیٰ پہنچ کر جبریل امین کے بازو تھک کر اڑنے کے قابل نہ رہے، دامنِ مصطفےٰ ہاتھ سے چھوٹ گیا، پہلوئے حضور میں چلنے کا موقع ختم ہو گیا، براق کی لگام بھی چھوٹ گئی۔ ہائے افسوس! قربِ الٰہی کی جو امید لگائے بیٹھے تھے کہ حضور کی وجہ سے شاید میرا بھی کام ہو جائے، ساری امید ٹوٹ گئی، جہاں جوش و خروش اور ولولہ تھا اب وہاں حسرت و ناامیدی رہ گئی، چنانچہ معراج کی رات حضور ایک مقام سے دوسرے مقام تک، ایک حجاب سے دوسرے حجاب تک گئے، یہاں تک کہ ایک ایسے مقام پر جا پہنچے جہاں حضرت جبریل رک گئے، حضور نے فرمایا: اے جبریل! مجھ سے الگ نہ ہو، عرض کی: حضور! ہماری رسائی ایک معلوم مقام تک ہے۔ اگر میں انگلی کے پورے کے برابر بھی آگے بڑھا تو جل جاؤں گا۔ اس رات تو میں آپ کے احترام کی وجہ سے یہاں تک پہنچا ہوں ورنہ میرا آخری ٹھکانہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔(1)

36

روش کی گرمی کو جس نے سوچا دماغ سے اک بھبوکا چھوٹا
خرد کے جنگل میں پھول چمکا دہر دہر پیڑ جل رہے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **روش:** رفتار، چال۔ **بھبوکا:** لال انگارا،

شعلہ، نورِ تاباں۔ **خرد:** عقل۔ **دہر دہر:** نگر نگر، جگہ جگہ۔

مفہومِ شعر: شبِ معراج حضور کی رفتار کا اندازہ کیسے لگایا جا سکتا ہے، اسے سوچ کر ہی دماغ بوکھلا جاتا ہے اور عقل کے جنگل میں ایک ایسا شعلہ پیدا ہوتا ہے جو پورے جنگل کو جلا دیتا ہے۔

شرح: معراج کی تیز رفتاری کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا جائے تو ذہن پر ایک طرح کی بوکھلاہٹ اور حیرت طاری ہو جاتی ہے اور اسی کیفیت کے اظہار کے لئے اس شعر سے زیادہ گہرا تخیل شاید ممکن نہیں۔ اللہ پاک نے حضور کو جو بے شمار معجزات عطا فرمائے، ان میں معجزۂ معراج اپنی نوعیت، کشادگی اور حیرت انگیزی کے اعتبار سے سب سے منفرد ہے۔ حضور نے اپنے جسمِ اقدس کے ساتھ مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ، پھر آسمانوں، عرش و کرسی اور جنت و دوزخ کی سیر فرمائی اور یہ تمام مشاہدات رات کے نہایت مختصر حصے میں مکمل ہوئے۔ عقلِ محدود کے لئے اتنی تھوڑی مدت میں ایسا راستہ طے ہونا ناممکن محسوس ہوتا ہے، کیونکہ عقل کے مطابق اس کے لئے لاکھوں سال چاہئیں۔ مگر یہ ناممکنات صرف عقل کی نگاہ میں ہیں، نگاہِ ایمانی کے لئے ان میں کوئی دشواری نہیں۔ معراج کی آیت کے ابتدائی الفاظ ہی اس حقیقت کو واضح کر دیتے ہیں کہ یہ سیر حضور نے اپنی قدرت سے نہیں بلکہ اس ربّ نے کروائی جو ہر نقص اور کمزوری سے پاک ہے۔

37

جلو میں جو مرغِ عقل اڑے تھے عجب برے حالوں گرتے پڑتے
وہ سدرہ ہی پر رہے تھے تھک کر چڑھا تھا دم تیور آ گئے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **جلو:** ہمراہی۔ **مرغِ عقل:** عقل کے پرندے۔ **سدرہ:** سدرۃ المنتہیٰ۔ **تیور آنا:** چکرانا، آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنا۔

مفہومِ شعر: معراج کی رات عقلِ مخلوق کی پرواز ایک حد پر آکر رک گئی اور وہ اس بلند سفر کا ساتھ نہ دے سکی، جبرائیلِ امین بھی سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر گئے۔

شرح: معراج کی شب حضور کو جو مقام و مرتبہ عطا ہوا، وہ عقلِ انسانی اور مخلوق کی سمجھ سے باہر ہے۔ اسی حقیقت کو اعلیٰ حضرت نے نہایت خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے کہ اس عظیم سفر میں عقل کی پرواز ایک حد پر آکر رک گئی۔ جلو میں اڑنے والی ہر وہ چیز جو عقل میں آ سکتی ہے، وہ اس بلندی کو برداشت نہ کر سکی، اس کا دم گھٹنے لگا اور وہ آگے بڑھنے سے عاجز ہو گئی۔ یہاں تک کہ فرشتوں کے سردار حضرت جبرئیلِ امین بھی سدرۃ المنتہیٰ پر ٹھہر گئے، کیونکہ یہی مخلوق کی انتہا تھی۔ جیسا کہ مروی ہے کہ مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے حضور جب سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو جبریلِ امین نے بھی حضور سے آگے ساتھ چلنے سے معذرت کر لی۔ حضور نے فرمایا: جبریل! تمہاری اپنے رب سے کوئی حاجت ہو تو بتاؤ، انہوں نے عرض کی: بس مجھے رب سے اتنی اجازت دلوا دیجئے کہ میں آپ کی امت کے لئے پلِ صراط پر اپنے پر بچھا دوں جس سے وہ بآسانی پلِ صراط پار کر جائے۔[2] اس کے بعد حضور اُس مقام پر پہنچے جہاں عقل و سمجھ کی بھی رسائی نہیں۔

امام شعرانی فرماتے ہیں: سدرہ پر جب جناب جبرئیل ٹھہر گئے تو سبز رنگ کا ایک تخت ظاہر ہوا جس کا نام رفرف ہے اس کے ساتھ ایک فرشتہ بھی تھا، حضرت جبرئیل نے حضور کو رفرف والے فرشتے کے حوالے کیا۔[3] علامہ نور الدین حلبی فرماتے ہیں: ایک روایت میں ہے: رفرف حضور کے لئے نیچے اتر آئی یہاں تک کہ حضور اس پر بیٹھ گئے، پھر حضور رب کے قریب ہوئے اور قریب ترین درجے سے مشرف ہوئے۔[4] ایک اور روایت میں ہے کہ حضور کی سواری براق یہاں پہنچ کر تھک گئی، پھر سبز رنگ کا رفرف ظاہر ہوا جس کی روشنی سورج کو مدھم کر رہی تھی، آپ اس رفرف پر سوار ہوئے اور چلتے رہے یہاں تک کہ عرش کے پائے تک پہنچ گئے۔[5]

---

(1) تاریخ خمیس، 1/ 311 (2) تفسیر روح البیان، 5/ 121 (3) یواقیت وجواہر، جز: 2/ 275 (4) سیرت حلبیہ، 1/ 566 (5) شرح حدائق بخشش، 10/ 134

Go To Index

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر38)

قرض لینا ایک نازک اور بھاری ذمہ داری ہے اور اسے ادا کیے بغیر دنیا سے رخصت ہونا نہایت خطرناک انجام رکھتا ہے۔ جیسا کہ ذیل کی روایات میں مذکور ہے:

ایک شخص کا انتقال ہو گیا، اسے غسل و کفن دے کر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی خدمت میں جنازے کے لئے حاضر کیا گیا تو حضور نے دریافت فرمایا: **کیا اس پر قرض ہے؟** عرض کی گئی: اس پر دو دینار قرض ہیں۔ یہ سن کر حضور نمازِ جنازہ پڑھے بغیر واپس تشریف لے گئے۔ حضرت ابو قتادہ نے وہ قرض اپنے ذمے لے لیا تب حضور نے جنازہ پڑھایا۔ بعد میں حضور نے قرض کے بارے میں پوچھا، جب ادا ہونے کی تصدیق کی گئی تو ارشاد فرمایا: **اب میت عذاب سے بری ہو گئی ہے۔**[1] امام احمد بن حجر مکی شافعی رحمۃُ اللہِ علیہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: اگرچہ یہ بات صحیح ہے کہ حضور نے مقروض کی نمازِ جنازہ ادا نہیں فرمائی لیکن بعد میں یہ حکم منسوخ (یعنی ختم) ہو گیا (اور آپ نے ایسے لوگوں کی نمازِ جنازہ ادا فرمائی) جیسا کہ مسلم شریف کی روایت ہے: حضور کی بارگاہ میں جب کوئی ایسی میت لائی جاتی جس پر قرض ہوتا تو حضور پوچھتے: کیا اس نے اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے کچھ چھوڑا ہے؟ اگر عرض کی جاتی کہ اس نے ادائیگی کے لئے کچھ چھوڑا ہے تو آپ اس کا جنازہ پڑھا دیتے اور اگر نہ چھوڑا ہوتا تو ارشاد فرماتے: اپنے ساتھی کی نمازِ جنازہ خود پڑھ لو۔ لیکن جب اللہ پاک نے حضور پر فتوحات کے دروازے کھول دیئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: میں مومنوں کے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں، لہٰذا جو شخص قرض کی حالت میں وفات پا جائے، اس کے قرض کی ادائیگی میرے ذمے ہے اور جو مال چھوڑ جائے وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے۔[2] جبکہ ایک روایت میں ہے کہ مومن کی روح اس کے قرض کی وجہ سے لٹکی رہتی ہے (یعنی اپنے اچھے مقام سے روک دی جاتی ہے) یہاں تک کہ اس کا قرض پورا کر دیا جائے۔[3]

ان روایات سے واضح ہے کہ قرض کا بوجھ میت کے لئے اس قدر سنگین ہوتا ہے کہ ابتدا میں حضور قرض دار میت کی نمازِ جنازہ پڑھانے سے رک گئے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ قرض انسان کی روح تک کو گرفتار رکھتا ہے، یہاں تک کہ اس کی ادائیگی نہ ہو جائے۔ لہٰذا ہم پر لازم ہے کہ قرض لیتے وقت ادائیگی کی پکی نیت رکھیں اور جلد از جلد اسے ادا کریں نیز اگر کسی مجبوری کی بنا پر قرض باقی رہ جائے تو ورثا کو اس سے باخبر کر دیں۔ ورنہ قرض کے ساتھ موت آجانا آخرت کی سخت پکڑ کا سبب بن سکتا ہے، جس سے بچنے کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ چنانچہ قرض کی ادائیگی بروقت کرنے کے حوالے سے امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ نیک اعمال کے رسالے میں ہماری تربیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سوال 38: آج آپ نے قرض ہونے کی صورت میں (ادائیگی کی طاقت کے باوجود) قرض خواہ کی اجازت کے بغیر قرض ادا کرنے میں تاخیر تو نہیں کی؟ نیز کسی سے عارضی طور پر (یعنی temporary) لی ہوئی چیز ضرورت (need) پوری ہونے پر طے کیے ہوئے وقت کے اندر واپس کر دی؟

امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کے عطا کردہ اس سوال

میں قرض ادا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔ آج کل لوگوں کی اکثریت(Majority)ایسی ہے جو قرض لے کر واپس نہیں کرتی جبکہ قرض ادا کرنا بے حد ضروری ہے۔ حالانکہ اُمہاتُ المومنین کی سیرت سے واضح ہے کہ قرض لینا بذاتِ خود معیوب نہیں، اصل اہمیت نیت اور ادائیگی کے جذبے کی ہے۔ جیسا کہ اُمُّ المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کثرت سے قرض لیا کرتی تھیں، پھر جب آپ کی توجہ اس طرف دلائی گئی تو آپ نے حضور کا یہ فرمان نقل فرمایا کہ میری امت میں جو شخص قرض لے، اس کی ادائیگی کی پوری کوشش کرے اور ادا کرنے سے پہلے وفات پا جائے تو میں اس کا ضامن ہوں، اور جس کے دل میں ادائیگی کی سچی نیت ہو اللہ پاک دنیا ہی میں اس کی طرف سے ادا(یعنی ادائیگی کے اسباب پیدا) فرما دیتا ہے۔[4]

اسی طرح اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی قرض لے کر لوگوں کی مدد فرمایا کرتیں، جب آپ کی توجہ اس طرف دلائی گئی تو آپ نے بھی فرمایا: جس بندے کی نیت قرض ادا کرنے کی ہوتی ہے اللہ پاک اس کی مدد فرماتا ہے، اسی بھروسے پر میں اللہ پاک کی مدد کی طلب میں رہتی ہوں۔[5]

ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُمہاتُ المومنین قرض ضرور لیتی تھیں مگر نیت میں خیانت نہ تھی۔ لہٰذا ہمیں بھی ان پاکیزہ ہستیوں کی پیروی کرتے ہوئے قرض لیتے وقت ادائیگی کی پکی نیت رکھنی اور بروقت قرض ادا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ یاد رکھیے! قرض کی ادائیگی میں کوتاہی محض ایک مالی کمزوری نہیں بلکہ ایک سنگین اخلاقی اور دینی خرابی ہے۔ آج کے دور میں ایک بڑی کوتاہی یہ ہے کہ لوگ قرض لیتے وقت واپسی کا پکا ارادہ ظاہر کرتے ہیں، مگر بعد میں ٹال مٹول کو معمول بنا لیتے ہیں۔ کبھی حالات کا بہانہ، کبھی مصروفیات کا عذر اور کبھی خاموشی اختیار کر لی جاتی ہے، حالانکہ صاحبِ استطاعت ہوتے ہوئے ادائیگی میں تاخیر کرنا ظلم کے زمرے میں آتا ہے۔ شریعت میں قرض خواہ کے حق کو غیر معمولی اہمیت دی گئی ہے، کیونکہ یہ براہِ راست بندوں کے حقوق سے تعلق رکھتا ہے۔ ٹال مٹول نہ صرف اعتماد کو مجروح کرتی ہے بلکہ دلوں میں نفرت، بدگمانی اور باہمی تعلقات میں دراڑ بھی ڈال دیتی ہے۔ ایسے انسان کی عبادات اور نیکیوں پر بھی اس کوتاہی کا اثر پڑتا ہے، کیونکہ حقوق العباد کی ادائیگی کے بغیر کامل نجات ممکن نہیں۔ اس لئے لازم ہے کہ قرض لیتے وقت ذمہ داری کا احساس رکھا جائے، بروقت ادائیگی کو ترجیح دی جائے اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے تاخیر ہو تو صاف گوئی، معذرت اور باقاعدہ وعدے کے ساتھ معاملہ طے کیا جائے، تاکہ دنیا میں بھی امانت و دیانت برقرار رہے اور آخرت میں بھی پکڑ سے نجات حاصل ہو۔

امیرِ اہلِ سنت سے مدنی مذاکرہ نمبر 12 مساجد کے آداب میں قرض کی ادائیگی سے متعلق سوال پوچھا گیا تو آپ نے کیا جواب ارشاد فرمایا، پڑھیے:

عرض: قرض کی ادائیگی میں بلا وجہ تاخیر کرنا یا قرض ہی دبا لینا کیسا ہے؟

ارشاد: فقہائے کرام نے بلا حاجتِ شرعی ادائے قرض میں تاخیر کو بھی ظلم قرار دیا ہے تو کسی سے قرض لے کر سرے سے واپس ہی نہ کرنا تو اس سے بھی سخت تر معاملہ ہے۔ اس بارے میں چند احادیثِ مبارکہ ملاحظہ فرمائیے اور اس سے بچنے کی کوشش کیجیے: سرکارِ عالی وقار، مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (قرض کی ادائیگی میں) صاحبِ استطاعت کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔[6] استطاعت والے کا قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا، اس کی آبرو(عزت) اور اس کی سزا کو حلال کر دیتا ہے۔[7] اسے بُرا کہنا اس پر طعن و تشنیع کرنا جائز ہو جاتا ہے۔[8] تاجدارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا: شہید(یعنی وہ شخص جس نے راہِ خدا میں جان دی ہے اس) کا ہر گناہ مُعاف ہو جائے گا سوائے قرض کے۔[9] میرے آقا اعلیٰ حضرت، امامِ اہلسنت مولانا شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ سے قرضے کی ادائیگی میں سستی اور جھوٹے حیل و

مُجّت کرنے والے شخص زید کے بارے میں اِستفسار ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: زید فاسِق و فاجِر، مرتکبِ کبائر، ظالم، کذّاب، مستحقِ عذاب ہے۔ اس سے زِیادہ اور کیا القاب اپنے لئے چاہتا ہے! اگر اِس حالت میں مر گیا اور دَین (قرض) لوگوں کا اِس پر باقی رہا، اِس کی نیکیاں اُن (قرض خواہوں) کے مطالبہ میں دی جائیں گی اور کیونکر دی جائیں گی (کس طرح دی جائیں گی۔ یہ بھی سُن لیجیے) تقریباً تین پیسہ دَین (قرض) کے عِوض (بدلے) سات سو نَمازیں باجماعت (دینی پڑیں گی)۔ جب اِس (قرضہ دبا لینے والے) کے پاس نیکیاں نہ رہیں گی اُن (قرض خواہوں) کے گناہ اِس (مقروض) کے سر پر رکھے جائیں گے اور آگ میں پھینک دیا جائے گا۔[10]

مزید فرماتے ہیں: حقوق العباد کا معاملہ نہایت ہی سخت ہے۔ اگر آپ نے کسی سے قرض لیا اور ادائیگی کے لئے رقم پاس نہیں ہے مگر گھر کے اَسباب، فرنیچر وغیرہ بیچ کر قرض ادا کیا جاسکتا ہے تو یہ بھی کرنا پڑے گا۔ قرض ادا کرنے کی ممکن صورت ہونے کے باوجود قرضدار سے مہلت لئے بغیر آپ قرض کی ادائیگی میں جب تک تاخیر کرتی رہیں گی گنہگار ہوتی رہیں گی۔ خواہ آپ جاگ رہی ہوں یا سو رہی ہوں آپ کے گناہوں کا میٹر چلتا رہے گا، اَلْاَمَان وَالْحَفِیْظ۔ جب قرض کی ادائیگی میں تاخیر کا یہ وَبال ہے تو جو کوئی پُورا قرض ہی دبا لے اُس کا کیا حال ہو گا؟ البتہ! اگر کوئی ادا کرنے کی نیت سے قرض لے تو اللہ پاک اس کی اچھی نیت کی بدولت اس کے لئے اَسباب پیدا فرمادے گا جس سے اس کا قرض اُتر جائے گا۔ حضور کا فرمان ہے: جس نے لوگوں کے اموال (بطورِ قرض) لئے اور وہ ان کے ادا کرنے کی نیت رکھتا ہے تو اللہ پاک اس کی طرف سے ادا کر دیتا ہے اور جو ہضم کرنے کے لئے لیتا ہے اللہ پاک اسے ادا کرنے کی توفیق نہیں دیتا۔[11]

اس حدیثِ پاک کے تحت شارحِ بخاری مفتی شریف الحق امجدی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: یہ حسنِ نیت کی برکت اور بدنیتی کی نحوست کا بیان ہے کہ جو شخص انشراحِ صدر کے ساتھ ادا کرنا چاہے گا اللہ پاک اس کی مدد فرمائے گا تاکہ وہ آخرت کے مواخذہ سے بچ سکے اور جس کی نیت میں فتور ہوتا ہے اسے اس توفیق سے محروم رکھتا ہے اور وہ قرض ادا نہ کرنے کے وبال میں گرفتار رہتا ہے۔[12] اچھی نیت سے قرض لینے والے کے قرض کی ادائیگی کے لئے فرشتے دعا کرتے ہیں جیسا کہ امام محمد بن محمد غزالی رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: جو شخص قرض لیتا ہے اور یہ نیت کرتا ہے کہ میں اچھی طرح ادا کر دوں گا تو اللہ پاک اس پر چند فرشتے مقرر فرمادیتا ہے جو اس کی حفاظت کرتے اور اس کے لئے دُعا کرتے ہیں کہ اس کا قرض ادا ہو جائے اور اگر قرض دار قرض ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو اب قرض خواہ کی مرضی کے بغیر ایک گھڑی بھر بھی تاخیر کرے گا تو گنہگار ہو گا اور ظالم قرار پائے گا۔ چاہے روزے کی حالت میں ہو یا سویا ہوا ہو اُس کے ذِمّے برابر گناہ لکھا جاتا رہے گا اور ہر حال میں اس پر اللہ پاک کی لعنت پڑتی رہے گی۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو نیند کی حالت میں بھی اُس کے ساتھ رہتا ہے اور ادا کرنے کی طاقت کے لئے یہ شرط نہیں کہ نقد رقم ہو بلکہ اگر کوئی چیز (مثلاً گھر کے برتن، فرنیچر، فریز روغیرہ) بیچ کر ادا کر سکتا ہے تو ایسا بھی کرنا پڑے گا۔[13]

گناہوں سے بچنے اور نیکیوں کی عادی بننے کے لئے امیرِ اہلِ سنت کا عطا کردہ نیک اعمال کا رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو اپنی ذمہ دار کو جمع کروانے کا معمول بنا لیجئے اللہ پاک دونوں جہاں کی بھلائیاں عطا فرمائے گا۔ اٰمین بجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم

---

(1) مسند امام احمد، 22/406، حدیث: 14546 (2) مسلم، ص673، حدیث: 4157 (3) ترمذی، 2/371، حدیث: 1080، جہنم میں لے جانے والے اعمال، 1/784 (4) ترغیب و ترہیب، 2/372، حدیث: 10، جہنم میں لے جانے والے اعمال، 1/786 (5) مسند امام احمد، 40/497، حدیث: 24439 (6) بخاری، 2/109، حدیث: 2400 (7) بخاری، 2/109، حدیث: 2400 (8) فتاویٰ رضویہ، 25/69 (9) مسلم، ص806، حدیث: 4883 (10) فتاویٰ رضویہ، 25/69 (11) بخاری، 2/105، حدیث: 2387 (12) نزہۃ القاری، 3/635 (13) کیمیائے سعادت، 1/336

Go To Index

شرحِ شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط4)

محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ
نگران شعبہ ماہنامہ خواتین کراچی سطح

4

صدق صادق کا تصدق صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو کاظم اور رضا کے واسطے

مشکل الفاظ کے معنی: **صدق:** سچائی۔ **صادق:** سچا۔ **تصدق:** صدقہ۔ **صادق الاسلام:** سچا مسلمان۔

مفہومِ شعر: اے اللہ! تجھے امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کی سچائی کا واسطہ مجھے ایسا سچا مسلمان بنا جو اسلام کی سچائی پر قائم رہے، میرا ایمان خالص و سلامت رکھ اور امام کاظم و امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہم کے وسیلے سے مجھ سے راضی ہو جا، کبھی بھی ناراض ہو نا نہ غضب فرمانا۔

شرح: اس شعر میں بڑے اچھے طریقے سے لفظی و معنوی ربط قائم کیا گیا ہے، پہلے مصرعے میں صدق، صادق اور صادقُ الاسلام تینوں الفاظ میں **ص، د، ق** کی لفظی ہم آہنگی بھی ہے اور سچائی و راست گوئی کی معنوی مماثلت بھی۔ جبکہ دوسرے مصرعے میں بے غضب اور کاظم یعنی غضب نہ کرنے والا دونوں معنوی اعتبار سے ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں، جبکہ رضا اور راضی میں لفظی مشابہت بھی ہے اور رضامندی کا مفہوم بھی۔ اس شعر میں در اصل سلسلہ عالیہ، قادریہ، رضویہ، عطاریہ کے تین مشائخ حضرت امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم اور امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہم کے وسیلے سے اللہ پاک کی بارگاہ میں ایمان و اخلاص کی سلامتی اور بے حساب بخشش کی دعا کی گئی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق: آپ سلسلۂ قادریہ کے چھٹے شیخِ کامل اور خاندانِ اہلِ بیت کے عظیم چشم و چراغ، جلیل القدر تابعی و محدث، فقیہ، ظاہری و باطنی علوم کے جامع، ریاضت و عبادت اور مجاہدے میں مشہور تھے، آپ کا لقب صادق اس لئے مشہور تھا کہ آپ کی زبان سے کبھی جھوٹ نہیں نکلا۔ آپ حضرت امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے بیٹے ہیں، آپ کی والدہ امیر المومنین حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی پوتی ہیں، اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حضرت صدیق اکبر تمام سیدوں کے نانا اور حضرت علی المرتضیٰ ان کے دادا لگتے ہیں۔ آپ 17 ربیع الاول 83ھ پیر شریف کو مدینے میں پیدا ہوئے اور 15 رجب 148ھ کو وفات پائی۔ آپ کی قبرِ انور جنت البقیع میں ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم: آپ سلسلۂ قادریہ کے ساتویں شیخ طریقت ہیں۔ آپ کی شخصیت میں سخاوت، تقویٰ، حُسنِ اخلاق اور حلم و بردباری جیسے اوصافِ حمیدہ نمایاں تھے اور غصہ پینے کا وصف تو اس کمال کا تھا کہ آپ کا لقب ہی کاظم پڑ گیا یعنی غصہ پینے والا اور یہ لقب آپ کے نام کے ساتھ یوں جڑ گیا جیسے نام کا ہی حصہ ہو۔ آپ حجاز میں مقامِ ابواء پر 7 صفر المظفر 128ھ کو پیدا ہوئے اور 25 رجب 183ھ کو بغدادِ معلّٰی میں وفات پائی۔

حضرت امام علی رضا: سلسلۂ قادریہ کے آٹھویں بزرگ حضرت امام علی رضا رحمۃ اللہ علیہ 148ھ مدینے میں پیدا ہوئے اور وفات 21 رمضان المبارک 203ھ میں پائی آپ کا مزار مبارک بغداد معلّٰی کے ایک مقام پر ہے۔ آپ انتہائی ذہین، علم و عمل کے جامع، صاحبِ کرامت اور ہر دل عزیز شخصیت کے حامل تھے آپ کو فہمِ قرآن کا ایسا ملکہ حاصل تھا کہ اکثر سوالات کے جوابات آیاتِ قرآنیہ سے عطا فرماتے۔

اللہ پاک ان بزرگوں پر اپنی خاص رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے اور ان کے صدقے اس شعر میں جو دعا مانگی گئی اسے ہمارے حق میں بھی قبول فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

بچیوں کو پردے کی عادت کب سے ڈالیں؟

سوال: دینی ماحول سے وابستہ گھرانوں میں بچیاں اپنے طور پر نماز پڑھنے کی کوشش کرتی ہیں، سجدہ کرتی ہیں، دعا کرتی ہیں، ذکر و اذکار کرتی ہیں، بیان کرتی اور نعرے بھی لگاتی ہیں تو کیا اسلامی بہنیں بچیوں کو پردہ کرنے کی ترغیب بھی دلائیں، اس بارے میں کچھ راہ نمائی فرمادیجئے۔

جواب: بچہ بڑوں کے نقشِ قدم پر چلتا ہے یہی وجہ ہے کہ جب گھر میں کوئی بڑا نماز پڑھتا ہے تو بچہ اس کے برابر کھڑا ہو جاتا ہے اور اپنے انداز میں رکوع اور سجدے کرتا ہے پھر اٹھ کر بھاگ جاتا ہے۔ زہے نصیب! بچپن سے ہی دیگر اچھی عادات کے ساتھ ساتھ بچیوں کو پردہ کرنا بھی سکھایا جائے۔ ان کا لباس بھی حیا والا ہونا چاہیے۔

بعض لوگ چھوٹی بچیوں کو چست چپکا ہوا پاجامہ پہناتے ہیں تو ایسے لباس کے بجائے ڈھیلا ڈھالا سا لباس ہو جس میں رانوں اور پنڈلیوں کی گولائی نظر نہ آئے۔ پھر جب بچی کچھ سمجھدار ہو تو اسے شرم و حیا کا درس دیا جائے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حدیث شریف میں ہے کہ لڑکیوں کو سورۂ یوسف کی تفسیر نہ پڑھائی جائے بلکہ سورۂ نور کی تفسیر پڑھائی جائے کیونکہ سورۂ یوسف میں عورت کے مکر کا ذکر ہے۔[1]

زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام سے عشق ہو گیا تھا۔ یہ عشق یک طرفہ یعنی صرف زلیخا کی طرف سے تھا۔ حضرت یوسف کا دامن اس سے پاک تھا۔ بعض لوگ معاذ اللہ اپنے جھوٹے سڑے ہوئے عشق کو درست ثابت کرنے کے لئے حضرت یوسف پر بھی عشق کا الزام لگاتے ہیں تو ان کا ایسا کہنا بالکل غلط ہے۔ چونکہ سورۂ یوسف کی تفسیر میں ایک عورت کے عشق کا واقعہ ہے لہٰذا لڑکیوں کو اس سورت کی تفسیر پڑھنے سے منع کر دیا گیا کہ کہیں وہ پڑھ کر غلط اثر نہ لے لیں۔

لڑکیوں کے معاملے میں ہمیں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

نے کیسی احتیاط بتائی ہے!

اس سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو گھروں میں فلمیں ڈرامے اور گناہوں بھرے چینلز چلاتے ہیں۔ عشقیہ و فسقیہ کہانیاں، ڈانس، گانے باجے جب لڑکیاں دیکھیں گی تو ان پر کس قدر برا اثر پڑے گا۔ ایسے ماحول میں پرورش پانے والی لڑکیاں جب گھر سے بھاگ جاتی ہیں، Civil Marriage (یعنی عدالتی شادی) کر لیتی ہیں تو پھر والدین سر پکڑ کر روتے ہیں کہ ہائے! یہ کیا ہو گیا!

ایسی نوبت آنے سے پہلے ہی جتنا ممکن ہو کنٹرول کیا جائے۔ اگر آپ نے اپنے بچوں کو پکا مسلمان، نیک نمازی بنانا ہے، بچیوں کو باحیا بنانا ہے تو پھر ہاتھ جوڑ کر مدنی التجا ہے کہ اپنے گھر میں مدنی چینل چلائیں۔

صرف مدنی چینل ہی دیکھتے رہیں تب جا کر بچت ہو گی ورنہ باقی چینلز تو عورتوں کے طرح طرح کے فیشن ایبل انداز اور فیشن شو کے نام پر دنیا بھر کے لباس دکھاتے ہوں گے۔ ہم تو مدینے والے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے غلام ہیں، جو ہمارے آقا کو اچھا لگے وہی ہم کو بھی اچھا لگنا چاہیے۔

بہر حال گھروں میں صرف مدنی چینل ہی دکھائیں اور بچیوں کو سورۂ نور کی تفسیر پڑھائیں تاکہ بچیوں کو حیا کا درس ملے۔

مفتی محمد خلیل خان صاحب برکاتی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۂ نور کی باقاعدہ تفسیر لکھی ہے جو ”چادر اور چار دیواری“ کے نام سے ملتی ہے، نیز مولانا مفتی محمد قاسم صاحب کی بھی ”تفسیر سورۂ نور“ مکتبۃ المدینہ نے شائع کی ہے ان کتب کا مطالعہ کیجئے۔[2]

کیا پردہ ترقی میں رکاوٹ ہے؟

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں: کفار بہت آگے نکل چکے ہیں، پردے پر سختی مسلمانوں کی ترقی میں رکاوٹ ہے!

جواب: مسلمانوں کی ترقی میں پردہ نہیں در حقیقت بے پردگی رکاوٹ بنی ہوئی ہے! جی ہاں، جب تک مسلمانوں میں شرم و حیا اور پردہ کا دور دورہ رہا تب تک وہ فتوحات پر فتوحات کرتے چلے گئے یہاں تک کہ دنیا کے بے شمار ممالک پر پرچمِ اسلام لہرانے لگا۔

پردہ نشین ماؤں نے بڑے بڑے بہادر جرنیل و سپہ سالار، عظیم حکمران، علمائے ربانیین اور اولیائے کاملین کو جنم دیا، تمام امہات المومنین و جملہ صحابیاتِ سید المرسلین باپردہ تھیں، حضرات حسنین کریمین کی والدہ ماجدہ خاتونِ جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا باپردہ تھیں، سرکارِ بغداد حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ امّ الخیر فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا باپردہ تھیں۔

الغرض جب تک پردہ قائم تھا اور عفّت مآب خواتین چادر اور چار دیواری کے اندر تھیں، مسلمان خوب ترقی کی منازل طے کرتا رہا اور کافروں پر غالب رہا۔ جب سے کفار کے زیر اثر آکر مسلمانوں نے بے پردگی کا سلسلہ شروع کیا ہے، مسلسل تنزل کے گہرے گڑھے میں گرتا چلا جا رہا ہے، کل تک جو کفار مسلمان کے نام سے لرزہ براندام تھے آج وہ مسلمانوں کی بے پردگیوں اور بداعمالیوں کے باعث غالب آچکے ہیں۔

اسلامی ممالک پر باقاعدہ جارحانہ حملے ہو رہے ہیں اور ظالمانہ قبضے کئے جا رہے ہیں مگر مسلمان ہے کہ ہوش کے ناخن نہیں لیتا۔ آہ! آج کا نادان مسلمان فلمیں ڈرامے چلا کر، بے ہودہ فلمی گیت گنگنا کر، شادیوں میں ناچ رنگ کی محفلیں جما کر، کافروں کی نقالی میں داڑھی منڈا کر، کفار جیسا بے شرمانہ لباس بدن پر چڑھا کر، اسکوٹر کے پیچھے بے پردہ بیگم کو بٹھا کر، بے حیا بیوی کو میک اپ کروا کر تفریح گاہ میں جا کر، اپنی اولاد کو دنیوی تعلیم کی خاطر کفار کے ممالک میں کافروں کے سپرد کروا کر نہ جانے کس قسم کی ترقی کا متلاشی ہے!

افسوس صد کروڑ افسوس! آج کا مسلمان جھوٹ، غیبت، تہمت، خیانت، زنا، شراب، جوا، فلمیں ڈرامے دیکھنا اور گانے باجے سننا وغیرہ وغیرہ گناہ بے باکانہ کئے جا رہا ہے، مسلمان عورتوں نے مردوں کے شانہ بہ شانہ چلنے کی ناپاک دھن میں حیا کی چادر اتار پھینکی ہے اور اب دیدہ زیب ساڑھیوں، نیم عریاں غراروں،

Go To Index

مردانہ وضع کے لباسوں، مرد جیسے بالوں کے ساتھ شادی ہالوں، ہوٹلوں، تفریح گاہوں اور سینما گھروں میں اپنی آخرت برباد کرنے میں مشغول ہیں۔ خدا کی قسم! موجودہ روش میں نہ ترقی ہے نہ کامیابی۔ ترقی اور کامیابی صرف وصرف اللہ و رسول کی فرماں برداری کرتے ہوئے اس مختصر ترین زندگی کو سنّتوں کے مطابق گزار کر ایمان سلامت لئے قبر میں جانے اور جہنّم کے ہولناک عذاب سے بچ کر جنّت الفردوس پانے میں ہے۔ چنانچہ پارہ 4 سورۂ اٰلِ عمران کی آیت نمبر 185 میں ارشادِ خدائے رحمٰن ہے: ﴿فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ﴾ ترجمہ: تو جسے آگ سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہوگیا۔

آہ! آہ! آہ! عورتوں میں بے پردگی اور گناہوں کی کثرت ہونا کس قدر تشویشناک ہے! خدا کی قسم! جہنم کا عذاب برداشت نہیں ہوسکے گا۔

کافروں کی الٹی ترقی کی ریس کرتے ہوئے بے پردگی اور بے حیائی کا بازار گرم کرنے والے ذرا غور تو فرمائیں۔ یورپ، امریکہ اور ان سے متاثر ہونے والے ملکوں میں کیا ہو رہا ہے! رقص گاہوں میں لوگ اپنی آنکھوں سے اپنی بہو بیٹیوں کو دوسروں کی آغوش میں دیکھتے ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ وہ دیّوث فخر سے اتراتے ہوئے داد دے رہے ہوتے ہیں! بے پردہ اور فیشن ایبل عورتوں کے منہ کالے ہونے کی حیا سوز خبریں آئے دن اخبارات میں چھپتی ہیں۔ وہ عورت جو مرد کی شہوت رانی کا شکار ہوتی ہے اسے اگر حمل ٹھہر گیا تو وہ کہاں سر چھپائے گی؟ حمل گرانے کی صورت میں وہ اپنی جان بھی کھو سکتی ہے۔

چلئے مانا کہ یورپ کے ترقی یافتہ ممالک میں ایسے اسپتال موجود ہیں جو اسقاطِ حمل (یعنی حمل گرانے) کی خدمت انجام دیتے ہیں اور ایسی پناہ گاہیں بھی موجود ہیں جہاں غیر شادی شدہ ماؤں کو پناہ مل جاتی ہے لیکن کیا معاشرے میں انہیں کوئی قابلِ احترام مقام بھی نصیب ہو سکتا ہے!

مانا کہ رسوا ہو کر ان دونوں (یعنی غیر شادی شدہ جوڑے) نے اپنے کیے کی دنیا میں ہاتھوں ہاتھ سزا پائی لیکن وہ بچّہ جو اس طرح پیدا ہوا ہے اگر زندہ بچ بھی گیا تو اس کا کیا بنے گا؟ اس کے ہوس کار باپ نے بھی اس سے آنکھیں پھیر لیں، بدکار ماں بھی اسے کچرا کنڈی یا کسی محتاج خانے میں چھوڑ کر چلی گئی!

دوسری جنگِ عظیم میں امریکہ کے سپاہی اپنے دوست ملک برطانیہ کی مدد کے لئے تشریف لائے تھے۔ وہ چند سال برطانیہ میں ٹھہرے اور جب گئے تو سرکاری اعداد و شمار کے مطابق 70 ہزار ناجائز بچّے چھوڑ کر گئے!

یورپ کے بعض ملکوں میں ناجائز بچّوں کی شرح پیدائش 60 فیصد سے بھی متجاوز ہو گئی ہے اور کنواری ماؤں کی تعداد میں ہوشربا اضافہ ہو رہا ہے۔ طلاقوں کی کثرت ہے، گھروں میں سکون کی دولت نہیں ملتی، میاں بیوی میں اعتماد مفقود (یعنی غائب) ہے، زوجہ اور خاوند میں سچّی محبّت کا فقدان ہے۔ برداشت اور ایثار کا جذبہ ختم ہو چکا ہے، کوئی بات کسی کی مرضی کے خلاف ہو گئی جھٹ طلاق حاصل کر لی۔

غور فرمایئے! میاں بیوی کی ذہنی ہم آہنگی جو کہ معاشرے کی خشتِ اوّل (یعنی پہلی اینٹ) ہے اور محکم اساس (یعنی مضبوط بنیاد) بھی یہی ہے کہ جس پر معاشرے کا محل تعمیر کیا جا سکتا ہے، اگر یہ بنیاد ہی کمزور ہوگی تو صحّت مند معاشرہ کیسے تعمیر ہوگا؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اسلام نے جن چیزوں کے بجالانے کا حکم دیا ہے ان میں ہمارا بھلا ہے اور جن چیزوں سے روکا ہے انہیں کرنے میں ہمارا نقصان ہے۔ یہ دین ابد تک کے لئے ہے اس لئے کوئی ایسا وقت نہیں آ سکتا کہ اس کی حرام کی ہوئی چیزیں حلال ہو جائیں یا ان پر مرتب ہونے والے نقصانات ختم ہو جائیں۔

اٹھا کر پھینک دے اللہ کے بندے
نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے [3]

---

1 فتاویٰ رضویہ، 24/455 ماخوذاً
2 ملفوظاتِ امیرِ اہلِ سنت، 1/316، 317
3 مدنی مذاکروں کے 137 سوالات و جوابات، ص 34 تا 36

بیٹیوں کو سحر و افطار کا سلیقہ سکھائیں

اُمِّ میلاد عطاریہ*

* نگرانِ عالمی مجلس مشاورت (دعوت اسلامی)

خاندانی نِظام کی مضبوطی اور گھر کے ماحول کی خوبصورتی میں بیٹیوں کا کردار نہایت اہم ہے۔ خصوصاً رمضانُ المبارک جیسے مقدس مہینے میں جب گھروں میں عبادت، خیر خواہی، بَرَکت اور روحانیت کی فضائیں بکھرتی ہیں، تو سحر و افطار کے معمولات مزید اہمیّت اختیار کرلیتے ہیں۔ ایسے میں والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیٹیوں کو نہ صرف روزہ رکھنے کی اہمیّت بتائیں بلکہ سحر و افطار کی تیاری کا سلیقہ، ترتیب، اخلاق اور حکمت عملی بھی سکھائیں تاکہ آنے والی نسلوں میں بھی دین و تہذیب کا یہ خوبصورت ورثہ محفوظ رہے۔

سحر و افطار کی تربیت کیوں ضروری؟ سحر و افطار کا اہتمام صرف کھانے پینے کا معاملہ نہیں، بلکہ یہ نظم وضبط، وقت کی پابندی، مہمان نوازی، شکر گزاری اور ایثار جیسی خوبیاں پروان چڑھانے کا ذریعہ ہے۔ بیٹی جب سحر و افطار کی تیاری کرنا سیکھتی ہے تو وہ مستقبل میں اپنی زندگی میں یہ حسنِ عمل منتقل کرتی ہے۔ اس سے گھروں میں محبت، تعاون اور دینی ماحول قائم رہتا ہے۔

سحر کا اہتمام، حکمت اور ترتیب سحر کا وقت بَرَکت والا وقت ہے۔ اس لیے بیٹیوں کو یہ شعور دیا جائے کہ وہ جلد بیدار ہونے کی عادی ہوں، والدہ بیٹی کو آرام سے اپنے ساتھ جگائیں، بیٹی نہ اٹھے یا سُستی دکھائے تو چیخنے چلانے کے بجائے حکمتِ عملی اپنائے، پہلے ہی دن تربیت دینے میں سختی نہ دِکھائے، ایسے بیٹی بددل ہو سکتی ہے، اس کے لیے رمضانُ المبارک آنے سے پہلے ہی تھوڑی تھوڑی تربیت شروع کردیں تاکہ بیٹی مینٹلی بھی تیار ہو اور شوق بھی پیدا ہو، سب سے پہلے تو سحری تیار کرنے سے اتنا پہلے اُٹھیں کہ تحمل سے تہجد اَدا کرپائیں پھر بیٹی کی عمر کے مطابق کام تقسیم کرلیں مثلاً بیٹی اتنی چھوٹی ہے کہ پکانے میں ہاتھ نہیں بٹا سکتی تو اپنے پاس بٹھائیں، اچھی اچھی باتیں بتائیں اور ضرورت کی چھوٹی چھوٹی چیزیں منگوائیں، پانی کی بوتلیں / جگ بھر دیں، دستر خوان پر کھانا سجاتی جائیں، گھر کے دیگر افراد کو جگانے کا کہہ دیں۔ اور بیٹی کچھ بڑی ہو تو چائے بنانے کا کہہ دیں، آپ روٹی بنالیں وغیرہ، اور اس سب کے دوران کچھ لاپرواہی ہونے پر شور شرابا ڈانٹ وغیرہ سے بچیں بلکہ کام خراب ہونے پر درست طریقہ بتائیں، بیٹی جب ماں کو صبر و تحمل کے ساتھ سحری بناتا دیکھے گی تو اس کے اندر بھی ایسے ہی صبر و تحمل پیدا ہوگا، جبکہ اس کے برعکس اگر ماں خود عین ٹائم پر اُٹھے، وقت کی کمی کے سبب بیٹی کو اُٹھانے کے لیے کچن سے ہی شور کرتی جائے چیخنا چلانا ہو، اور جب بیٹی اُٹھے تو ماں کو غصے میں کام کرتا دیکھے جلد بازی میں کام ہو رہا ہے ایک چولہے پر چائے رکھی ہے تو ایک پر روٹی بن رہی ہے چائے کی طرف دھیان دیا تو روٹی جل رہی ہے، روٹی پر دھیان دیا تو چائے اُبل اُبل کر گر رہی ہے، ایک عجیب افراتفری والا معاملہ بنا ہوا ہو، دیگر گھر والوں کو اُٹھانے میں مزید گھر کا ماحول بدامنی کا شکار ہو رہا ہو تو جب بیٹی سحری بنائے گی اس کا بھی انداز فطری طور پر ایسا ہی سامنے آئے گا جبکہ پہلے طریقے پر جب عمل کیا تو بہت بہتری اور بدلاؤ والا پُرسکون اور روحانی ماحول ہوگا، گھر کا ماحول ہرگز ہرگز خراب نہ ہونے دیں، گھر والوں کا خیال رکھیں اور سحر کے کھانے کی تیاری میں نَفاست دکھائیں۔ سحر کے وقت گھر کے افراد کے آگے مسکرا کر کھانا رکھیں۔ اس تربیت سے بیٹی میں صبر، خدمت اور دل جوئی جیسی اعلیٰ صِفات پیدا ہوتی ہیں۔

اِفطار کا سلیقہ بیٹیوں کو سکھائیں کہ وقت سے پہلے تیاری کرنی ہے، بغیر شور مچائے سنّتوں بھری پیاری میٹھی گفتگو کرتے ہوئے کام کریں، بیٹی کو اس کی عمر کے حساب سے کام دیں، اگر چُھری

Go To Index

احتیاط کے ساتھ استعمال کرنا آتی ہے تو فروٹ کاٹنے کا کام ان کے ذمّے کردیں، شربت بنانا، بوتلیں بھرنا، دستر خوان سجانا، اِفطار کے بعد سب سمیٹنا، برتن دھونا، سنبھالنا وغیرہ، پکانا آتا ہے تو پاس بیٹھ کر کھانا بنوائیں، عموماً افطار میں ایسے پکوان بن رہے ہوتے ہیں جو عام دنوں میں نہیں بنتے تو بیٹی کو طرح طرح کے پکوان بنانا سکھائیں، افطار کی تیاری میں پورا مہینا ملٹی ٹاسکنگ ہوتی ہے اس کو کیسے ہینڈل کرنا ہے سکھائیں، گھر میں کس کو کیا پسند ہے اور کیا پسند نہیں ہے اس کو بھی پیشِ نظر رکھیں، کس چیز کو پکانے کے لیے اس کا توازن کیا ہوگا اس بات پر بھی تربیت ہو، نمک مرچ کو کیسے بیلنس رکھنا ہے یہ افطار کے وقت ایک انتہائی اہم مسئلہ ہے جس کی وجہ سے کہیں نہ کہیں لڑائی جھگڑے بھی دیکھنے کو ملتے ہیں، افطار جو کہ قبولیتِ دعا کا وقت ہوتا ہے مگر افسوس کئی گھروں میں اُس وقت میدانِ جنگ بنا ہوتا ہے اس سے بچنا چاہیے۔ بیٹی کو سکھائیں کہ افطار کا دستر خوان سجاتے وقت پانی اور کھجور کو سب سے پہلے سامنے رکھیں۔

روحانی پہلو کی تربیت بیٹیوں کو یہ بھی سکھایا جائے کہ سحر و افطار صرف کھانے کا نام نہیں بلکہ قُربِ الٰہی کا ذریعہ ہے۔ انہیں دُعا، صبر اور شکر کا درس دیں۔ افطار کی تیاری کے دوران نماز کے وقت میں پہلے نماز ادا کرنی ہے، افطار کے لمحات میں مانگی جانے والی دُعا قبولیت کا درجہ رکھتی ہے، اس لیے ان لمحات کو ذِکر و دُعا سے مزیّن کرنا سکھائیں۔ اسی طرح انہیں قرآنِ پاک کی تلاوت، نوافل اور نیکی کے دیگر کاموں میں حصہ لینے کی ترغیب دیں تاکہ رمضان ان کے لیے روحانی تربیت کا مہینا ثابت ہو۔ بیٹیوں کو سحر و افطار کا سلیقہ سکھانا دراصل ایک خوبصورت دینی اور اخلاقی ذمّہ داری ہے۔ یہ تربیت صرف کھانے کی تیاری تک محدود نہیں بلکہ اس کے ذریعے حَیا، خدمت، شکر گزاری، محبت اور دین دوستی جیسے اوصاف ان کی شخصیت میں پروان چڑھتے ہیں۔ جو بیٹی آج اپنی ماں سے سحر و افطار کا سلیقہ سیکھتی ہے، وہ کل ایک گھر میں روشنی، سکون اور رحمت کا سبب بنتی ہے۔ یہی تربیت نسلوں کو سنوارتی ہے اور اسلامی تہذیب کو زندہ رکھتی ہے۔ یاد رہے ان سب کاموں میں بیٹی کی جو تربیت کرنی ہے اس میں بیٹی کا شوق اور جذبہ بڑھانا ہے اس پر کام مسلّط نہیں کرنا کہ اسے کام نہیں آتا مگر زبردستی کروانا ہے اس طرح بیٹی کام سے بیزار ہوگی اور بوجھ سمجھے گی دل سے شوق و لگن کے ساتھ کام نہیں کرے گی، بیٹی کا کام سکھاتے وقت تربیت کے دوران پہلے اُس کام کا شوق پیدا کروانا ہے، شوق شوق میں بیٹیاں چھوٹی عمر سے پورا گھر سلیقے سے سنبھالنا بھی سیکھ جاتی ہیں، جبکہ بیزاریت اور بوجھ سمجھتے ہوئے بڑی عمر میں ہوتے ہوئے بھی وہ سلیقہ نہیں لا پاتیں اور کام سے جان چھڑانا چاہتی ہیں۔

سحر و افطار میں احتیاط سکھائیں بیٹیوں کو سکھائیں کہ سحر و افطار میں اِسراف، دکھاوا یا بے جا پکوانوں کی بھرمار سے بچنا چاہیے۔ بیٹیوں کو سکھائیں کہ سحر میں ہلکی اور مفید غذائیں زیادہ بہتر ہیں، جیسے دودھ، کھجور، پھل، انڈا، دلیہ یا ہلکی روٹی وغیرہ۔ بہت زیادہ تیز مصالحہ یا نمک والے کھانوں سے روزے کے دوران پانی کی کمی بڑھ سکتی ہے اور بلڈ پریشر والے افراد کے لیے خطرہ ہو سکتا ہے۔ صحّت، عمر اور روزہ دار کی جسمانی حالت کے مطابق سحری اور افطار میں ان اشیاء کے استعمال میں فرق ہو سکتا ہے۔

اِفطار میں احتیاط افطار کے وقت پکوڑے، سموسے، تلی ہوئی چیزیں اور کولڈ ڈرنک وغیرہ عموماً زیادہ کھائی جاتی ہیں، مگر ماہرینِ غذائیت کی رائے ہے کہ رمضان میں صحّت مند رہنے کے لیے ان کی مقدار اور قسم پر خاص توجہ دی جائے۔ تلی ہوئی (fried) اور زیادہ چکنائی والی غذائیں، جیسے سموسے، پکوڑے وغیرہ، روزہ کے بعد ہاضمے پر بوجھ ڈال سکتی ہیں اور معدے کی تیزابیت، بدہضمی و سستی یا وزن بڑھنے کا سبب بن سکتی ہیں، کولڈ ڈرنکس اور زیادہ شکر (sugar) یا مصنّع (processed) اجزاء پر مشتمل اشیاء، وزن میں اضافے، energy کے اچانک اُتار چڑھاؤ اور معدے کے مسائل پیدا کر سکتی ہیں۔ چند سادہ اور مفید چیزیں افطار کے لیے کافی ہیں۔

رمضانُ المبارک میں اپنے گھر مدنی چینل ضرور عام کریں بالخصوص سحر و افطار کے اوقات میں، بعدِ عصر اور بعدِ عشا ہونے والے مدنی مذاکرے بھی دیکھنا نہ بھولیں۔ اس میں عقائد اور شرعی مسائل کے ساتھ ساتھ گھریلو مسائل اور ان کا حل، اولاد کی تربیت، میاں بیوی، والدین عزیز و اَقارِب کے لحاظ سے مختلف پہلوؤں پر بہت مفید راہنمائی اور مشورے ملتے ہیں جن پر عمل کرنے سے گھر کے ماحول میں بہت بدلاؤ دیکھا جاتا ہے۔

بُری عادتیں

محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ لاہور

علمِ دین کے حصول میں حائل رکاوٹوں کا سلسلہ جاری ہے، ذیل میں پیش کردہ دو باتیں بھی اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں:

شیطانی وسوسے

یہاں وسوسے سے مراد وہ ذہنی شک و تردد، خوف یا جھجک ہیں جو دینی اسٹوڈنٹس کو علمِ دین حاصل کرنے، سوال کرنے، یا سیکھ کر عملی قدم اٹھانے سے روکتے ہیں۔ اللہ پاک نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے علم و شعور کی نعمت عطا فرمائی۔ علمِ دین در اصل وہ نور ہے جو بندے کو اپنے رب، اپنے نفس اور اپنی آخرت کی پہچان کراتا ہے۔ لیکن شیطان جو ازل سے انسان کا دشمن ہے، یہی چاہتا ہے کہ بندہ اس نور سے محروم ہو جائے۔ اسی لئے وہ وسوسہ، شک، سستی اور غفلت کے ذریعے انسان کو علمِ دین سے دور کرنے کی مسلسل کوششیں کرتا رہتا ہے۔ اللہ پاک کا فرمان ہے: اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِۙ (پ30، الناس:5) ترجمہ: وہ جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔

شیطان کا سب سے بڑا وار یہی ہوتا ہے کہ وہ بندے کے دل میں کبھی نیت کے بارے میں، کبھی عقیدے میں، کبھی علم اور کبھی مطالعے کے شوق میں وسوسے پیدا کرتا ہے، جو آہستہ آہستہ علم سے بیزاری کا سبب بن جاتے ہیں۔

علمِ دین سے متعلق وسوسوں کی صورتیں

- شیطان دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ میں علم حاصل نہیں کر سکتی، یہ تو بڑے لوگوں کا کام ہے، حالانکہ علم کا تعلق تقویٰ کے ساتھ ہے، نہ کہ غیر معمولی ذہانت یا حسب و نسب کے ساتھ۔
- شیطان دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ اتنا وقت علم میں لگانا فضول ہے، دنیاوی کام زیادہ ضروری ہیں، اس ڈگری کی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں، وغیرہ۔
- یہ وسوسے پیدا ہوتے ہیں کہ اگر میری نیت خالص نہ ہوئی یا میں غلط سمجھ لوں تو کیا ہو گا؟ یہ وسوسے شک اور الجھن کو جنم دیتے ہیں، جبکہ علم یقین پیدا کرتا ہے۔
- شیطان کہتا ہے کہ ابھی نہیں، کل سے پڑھیں گے، دل نہیں لگ رہا، ابھی بہت وقت باقی ہے، وغیرہ۔
- دینی علم حاصل کرنا انسان کے لئے سعادتِ دنیوی و اخروی کا ذریعہ ہے، مگر بعض اوقات طالبات کو ایک خاص خوف یا وسوسہ لاحق ہو جاتا ہے کہ اگر میں نے سیکھ لیا تو مجھے عمل کرنا پڑے گا اور کیا میں اس کی قابلیت رکھوں گی؟ یہ وسوسہ بعض اوقات علمی سفر کو روکتا، محبتِ علم کو دھندلا دیتا اور نفسیاتی دباؤ پیدا کر دیتا ہے۔ یہ وسوسہ تین طرح سے دل میں آتا ہے:
  - **علم سے پہلے:** اگر میں پڑھوں گی تو ذمہ داریاں بڑھ جائیں گی، لہٰذا بہتر ہے نہ پڑھوں۔
  - **علم کے دوران:** اب جو پڑھ لیا، اس پر پورا عمل کیسے کروں؟ میں تو نالائق ہوں۔
  - **علم کے بعد:** لوگ مجھ سے زیادہ توقع رکھیں گے، اگر میں کمزور نکلی تو شرمندگی ہو گی۔

اہم بات یہ ہے کہ علم کا مقصد عملی زندگی کی بہتری ہے اور ہمارا دین ہر انسان کی حالتِ ظرف و استعداد کو مدِ نظر رکھتا ہے یعنی ہر فرد سے صرف اس کی طاقت کے مطابق عمل کی توقع رکھی جاتی ہے۔

Go To Index

وسوسوں سے بچنے کے عملی طریقے: ☆نمازِ تہجد و دعا ☆ذکر و قرآن سے دل کا تزکیہ ☆روزانہ مطالعہ کی پابندی ☆ٹیچرز اور اہل علم سے تعلق ☆نیک صحبت ☆علم کے ساتھ خدمتِ دین۔

شیطان کی سب سے بڑی کوشش یہ ہے کہ انسان علم سے غافل ہو جائے، کیونکہ علم ہی وہ ہتھیار ہے جو ایمان کی حفاظت کرتا ہے۔ جب علم کا چراغ بجھ جاتا ہے تو وسوسوں کا اندھیرا غالب آجاتا ہے۔ پس لازم ہے کہ ہم دلوں کو ذکر، صبر اور علم دین کی محبت سے بھرنے کی کوشش کرتی رہیں۔ دینی علم کا مقصد عمل ہے، مگر اس سے پیدا ہونے والے وسوسے فطری ہیں اور قابلِ علاج بھی۔ حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم علم اور عمل کو مرحلہ وار اور عملی طریقوں سے یکجا کریں۔ نیت کی صفائی، اہداف کی تیاری، راہ نمائی، نیک صحبت اور ضرورت پڑنے پر نفسیاتی مدد وہ چیزیں ہیں جو اس خوف کو شکست دے سکتی ہیں۔

یاد رکھیے! شریعت نے ہر انسان کی طاقت کے مطابق مطالبہ رکھا ہے، کامل ہونا شرطِ علم نہیں، کوشش اور استقامت ضروری ہے۔ اللہ کریم دینی اسٹوڈنٹس کو علم و عمل، اخلاص و استقامت سے نوازے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

کلاس روم میں سونا یا اونگھنا

یہ ایک نہایت اہم موضوع ہے کیونکہ یہ صرف نیند یا سستی کا مسئلہ نہیں بلکہ علمِ دین کی عظمت، شوقِ علم اور اسٹوڈنٹس کی اخلاقی تربیت سے بھی جڑا ہوا ہے۔ دینی طلبہ کے لئے کامیابی کا پہلا قدم اپنی کاہلی اور سستی کو ختم کرنا اور محنت کے ساتھ تعلیم حاصل کرنا ہے۔ اگر وہ کلاس روم میں ہی سو جائیں گے تو گویا اپنی کامیابی کے دروازے خود پر بند کر لیں گے۔ علمِ دین صرف یاد کرنے یا سننے کا نام نہیں بلکہ دل کی حاضری اور ذہن کی بیداری کا تقاضا کرتا ہے۔ امام شافعی بے ادبی کے ڈر کی وجہ سے اپنے استاد امام مالک کے سامنے کتاب کا ورق بھی آہستہ پلٹتے تھے۔[1] نیز یاد رکھئے کہ علم کے دروازے صرف بیدار دل اور جاگتی آنکھوں پر کھلتے ہیں، سوتی روح اور غافل دل پر نہیں۔

کلاس روم میں سونے کے چند نقصانات

تعلیمی کمزوری: کلاس روم میں سونے سے سبق درست سمجھ میں نہیں آتا، اہم نکات ذہن نشین نہیں ہوتے اور امتحان کے وقت کمزوری ظاہر ہوتی ہے۔

وقت کا ضیاع: کلاس روم میں ہر لمحہ قیمتی ہوتا ہے۔ ٹیچرز کی محنت اور نصیحت کو چھوڑ کر سونے والے گویا اپنی دولت ضائع کرتے ہیں۔ اگر اسٹوڈنٹس کلاس کا وقت سو کر گزار دیں گے تو گویا وہ محروم لوگوں میں شامل ہو جائیں گے۔

ٹیچرز کی دل آزاری: کلاس روم میں سونا ٹیچرز کی محنت کی بے قدری ہے۔ ٹیچرز کی خوشی اسٹوڈنٹس کی کامیابی میں ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ انہیں نیند میں دیکھ کر ان کا دل دکھتا ہے اور یہ عمل ٹیچرز اور اسٹوڈنٹس کے تعلق کو بھی کمزور کر دیتا ہے۔

دوسروں کے لئے بری مثال: سونے والے اسٹوڈنٹس دوسروں کو بھی غفلت پر آمادہ کرتے ہیں۔

عادت کا پکا ہونا: بار بار کلاس میں سونا ایک بری عادت بن جاتا ہے اور عادت انسان کی شخصیت پر غالب آجاتی ہے۔

عملی زندگی پر اثر: کلاس روم میں سونے والے عملی زندگی میں بھی کام کے وقت سستی کرتے ہیں۔ وہ نوکری، دیگر کام کاج اور ذمہ داری میں بھی ناکام رہتے ہیں۔

الغرض کلاس روم میں سونا وقتی سکون ضرور دیتا ہے، مگر اس کے نقصانات زندگی بھر رہتے ہیں، اس سے تعلیم متاثر ہوتی ہے، وقت ضائع ہوتا ہے، استاد کا دل دکھتا ہے اور مستقبل کے مواقع ہاتھ سے نکل جاتے ہیں۔ بے وقت سونا علم کے نور کو مٹاتا ہے۔ لہٰذا اپنے وقت کی قدر کیجئے تاکہ دنیا اور آخرت میں کامیابی حاصل ہو۔ علم بیداری چاہتا ہے، غفلت نہیں۔ جو جاگ کر علم حاصل کرتے ہیں، وہی امت کے رہبر بنتے ہیں۔ اللہ کریم تمام اسٹوڈنٹس کو سستی و غفلت سے محفوظ فرما کر وقت کی قدر کی توفیق نصیب فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

(1) فیض القدیر، 3/33، تحت الحدیث: 3322

Go To Index

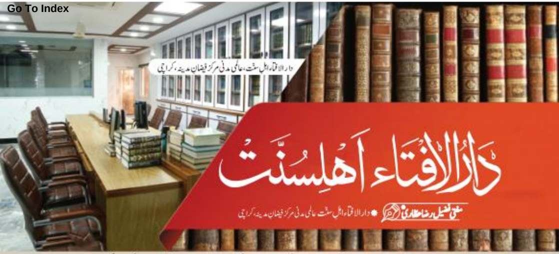

دارُالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے چار منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

1 تکبیرِ قنوت میں ہاتھ نہ اٹھانے کا حکم/قنوتِ نازلہ کی وضاحت

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ 1 اگر نمازی وتر کی تیسری رکعت میں تکبیرِ قنوت کہتے وقت ہاتھ نہ اٹھائے تو کیا اس کے وتر درست ہو جائیں گے، یا اس پر وتر دہرانا۔۔یا۔۔ سجدہ سہو کرنا لازم ہو گا؟

2 نیز قنوتِ نازلہ کیا ہے؟ اور کیا اس میں بھی تکبیرِ قنوت کہتے وقت ہاتھوں کو اٹھائیں گے؟ اس حوالے سے بھی رہنمائی فرمائیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

1 وتر کی تیسری رکعت میں دعائے قنوت سے پہلے تکبیرِ قنوت کہتے ہوئے ہاتھوں کو اٹھانا واجب نہیں بلکہ سنت مؤکدہ ہے۔ اور سجدہ سہو، نماز کا کوئی واجب سہواً (بھولے سے) ترک ہو جانے کی صورت میں واجب ہوتا ہے جبکہ نماز کا اعادہ (دہرانا) جان بوجھ کر واجب ترک کرنے یا سجدہ سہو واجب ہونے کے باوجود نہ کرنے کی صورت میں واجب ہوتا ہے، نماز کی کسی سنت کے ترک پر نہ تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اور نہ نماز کا اعادہ واجب ہوتا ہے، البتہ ترکِ سنت کی وجہ سے نماز کا اعادہ مستحب ہوتا ہے چاہے سنت سہواً ترک کی ہو یا قصداً۔ یاد رہے! کہ بلا عذرِ شرعی جان بوجھ کر سنت مؤکدہ ترک کرنا اِساءت (برا عمل) ہے اور اس کے ترک کی عادت بنالینا ناجائز و گناہ ہے۔

نیز یہ بھی ذہن نشیں رہے کہ وتر کی قضا پڑھتے ہوئے لوگوں کے سامنے تکبیرِ قنوت کہتے وقت ہاتھوں کو نہیں اٹھایا جائے گا کہ اس میں گناہ (یعنی وتر قضا کرنے) کا اظہار ہے اور گناہ کا اظہار بھی گناہ ہے، جس سے بچنا شرعاً لازم و ضروری ہے۔

2 جب مسلمانوں پر کوئی بڑا عام حادثہ آجائے تو فجر کی دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے دعائے قنوت پڑھنے کو **"قنوتِ نازلہ"** کہتے ہیں۔ احناف کے نزدیک کسی خاص مصیبت کے موقع پر ہی فجر کی دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے قنوتِ نازلہ پڑھنے کی اجازت ہے، عمومی حالات میں وتر کے علاوہ کسی بھی نماز میں قنوت نہیں پڑھ سکتے۔ نیز قنوتِ نازلہ کے لیے کوئی مخصوص دعا نہیں ہے، بلکہ عام مصیبت واقع ہونے پر جو دعا کی جاتی ہے وہی دعا کی جائے گی۔ مثلاً طاعون آنے پر طاعون سے نجات کی دعا کی جائے گی اور کوئی دوسری وبا آنے پر اس وبا سے نجات کی دعا کی جائے گی۔ نیز اس (یعنی قنوتِ نازلہ) میں بھی تکبیرِ قنوت کہتے وقت ہاتھوں کو اٹھائیں گے اور امام و مقتدی سب آہستہ قنوت پڑھیں گے، جس مقتدی کو قنوت یاد نہ ہو وہ آہستہ آہستہ آمین کہتا رہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

Go To Index

2 قرض پر نفع کا حکمِ شرعی

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس بارے میں کہ ہمارے بڑے بھائی کی مشاورت سے ہمارے والد صاحب نے ہم بھائیوں کو تقریباً 15 لاکھ رقم دے دی اور طے یہ پایا کہ والد صاحب کی یہ رقم ہم بھائی اپنے ذاتی ضروری کاموں میں استعمال کریں گے اور جس بھائی نے جتنی رقم لی ہے وہ اس حساب سے والد صاحب کو نفع دیتا رہے گا، پھر جب والد صاحب کو اس رقم کی ضرورت ہوگی تو انہیں یہ رقم مکمل لوٹا دیں گے۔ شرعی رہنمائی فرمادیں کہ کیا یہ معاہدہ درست ہے؟ اور اب ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ نیز ابھی تک جو نفع ہم بھائی اپنے والد صاحب کو دے چکے ہیں، اس سے متعلق کیا حکمِ شرعی ہے؟ یہ نفع اس ماہانہ خرچ کے علاوہ ہے جو ہم بھائی اپنے والد صاحب کو پہلے سے دیتے آرہے ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں آپ کے والد صاحب اور آپ بھائیوں کے درمیان ہونے والا یہ معاہدہ، خالص سودی معاہدہ ہے۔ کیونکہ والد صاحب نے جو رقم آپ بھائیوں کو دی ہے، اس کی شرعی حیثیت قرض کی ہے اور قرض کا اصول یہ ہے کہ جتنی رقم قرض دی ہوتی ہے، اُتنی ہی واپس لی جاتی ہے۔ اور قرض سے زیادہ لینا طے کیا جائے، تو یہ سود ہوتا ہے، جس کا لینا دینا ناجائز و حرام اور رحمتِ الٰہی سے دور لیجانے والا باعثِ لعنت کام ہے۔ لہٰذا آپ سب پر لازم ہے کہ فوراً یہ معاہدہ ختم کریں اور اللہ عزوجل کی بارگاہ میں صدقِ دل سے توبہ کریں۔ نیز آپ کے والد صاحب اس رقم کے عوض جتنی اضافی رقم لے چکے ہیں، ان پر لازم ہے کہ وہ یہ اضافی رقم آپ بھائیوں کو واپس کر دیں یا ثواب کی نیت کے بغیر شرعی فقیر پر صدقہ کر دیں۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

3 سنت اعتکاف بلا روزہ ادا نہیں ہوتا

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ جو شخص کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا، بغیر روزہ رکھے اس کے اعتکاف میں بیٹھنے سے رمضان کے آخری عشرے کا سنت اعتکاف ادا ہو جائے گا یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

رمضان شریف کے آخری دس دنوں کا اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے کہ پورے علاقے میں کسی نے نہیں کیا تو سب سنت مؤکدہ چھوڑنے والے اور اساءت کے مرتکب ہوں گے اور اگر ایک شخص نے بھی کر لیا تو سب بری الذمہ ہو جائیں گے اور اس اعتکاف کے درست ہونے کے لیے روزہ شرط ہے لہٰذا جو شخص روزہ نہیں رکھ سکتا، اس کے بیٹھنے سے سنت اعتکاف ادا نہیں ہوگا۔

نوٹ: اعتکاف کی تین قسمیں ہیں۔ (1) واجب یعنی منت کا اعتکاف۔ (2) سنت مؤکدہ کفایہ یعنی رمضان کے آخری دس دنوں کا اعتکاف۔ ان دونوں کے لیے روزہ شرط ہے۔ (3) نفل اعتکاف کہ جو ان دو کے علاوہ ہو، اس میں روزہ شرط نہیں اور اس میں وقت کی بھی کوئی قید نہیں لہٰذا جو کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتے لیکن مسجد کے آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے اعتکاف کر سکتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ جتنا وقت میسر ہو مسجد میں نفل اعتکاف کی نیت سے بیٹھ جائیں کہ یہ بھی ایک عمدہ نیکی ہے۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

4 معتکف کا فنائے مسجد میں صابن و ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ سنت اعتکاف کے دوران معتکف مسجد کے وضو خانے میں صابن اور ٹوتھ پیسٹ استعمال کر سکتا ہے یا نہیں؟ جبکہ یہ وضو خانہ فنائے مسجد میں ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

معتکف اگر فنائے مسجد میں بلا حاجت بھی جائے تو اعتکاف نہیں ٹوٹتا کیونکہ فنائے مسجد اس معاملہ میں حکمِ مسجد میں ہے، لہٰذا فنائے مسجد میں معتکف نے ٹوتھ پیسٹ کیا، ہاتھ، چہرہ وغیرہ دھونے کے لیے صابن استعمال کیا تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹے گا۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

Go To Index

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی فضیل رضا عطاری ● دارالافتاء اہلِ سنّت عالمی مدنی مرکز فیضانِ مدینہ، کراچی

1 عورت کا باپردہ ہو کر قبرستان جانا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا عورت باپردہ ہو کر قبرستان جا سکتی ہے یا نہیں؟ آج کل بعض خواتین کی جانب سے یہ رائے پیش کی جاتی ہے کہ اگر کوئی عورت شرعی پردے کی مکمل پابندی کرے، تو ایسی صورت میں اس کا قبرستان جانا ممنوع نہیں ہے۔ اس پر ایک روایت کو بطورِ دلیل پیش کیا جاتا ہے، جس میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے بھائی حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر پر جایا کرتی تھیں۔ اس سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ عورت اگر شرعی تقاضوں کا خیال رکھے تو اس کے لیے قبرستان جانا ممنوع نہیں ہے۔ رہنمائی فرمادیں کہ اس روایت سے دلیل پکڑنا درست ہے یا نہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

حضورِ اکرم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے روضہ مبارکہ کے علاوہ عام قبروں کی زیارت کے لیے جانا عورتوں کے لیے مطلقاً منع ہے، اگرچہ باپردہ ہو کر جائیں، علماء نے فرمایا کہ عورت سے جمعہ ساقط ہے، نمازِ جنازہ اور جماعت کی حاضری منع ہے، تو جب عورت کو ان تمام عبادات کے لیے نکلنے سے روک دیا گیا جو کہ شریعت میں بلند مقام رکھتی ہیں، تو اس کا قبرستان جانا بدرجہ اولیٰ ممنوع قرار پائے گا۔

باقی جہاں تک اُمُّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا والی روایت کا تعلق ہے، تو اس میں یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا نے سفرِ حج کے دوران اپنے بھائی حضرت عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت فرمائی، تو یہ زیارت گھر سے بطورِ خاص قبرستان جا کر نہیں کی، بلکہ دورانِ سفر اتفاقاً ہوئی اور اس اتفاقی زیارت کی گنجائش تھی، بشرطیکہ منکراتِ شرعیہ سے پاک ہو، لیکن دورِ حاضر میں عورتوں کے لیے فتنہ، نوحہ، بے صبری اور دیگر منکرات سے پاک زیارت کا امکان نادر بلکہ معدوم ہے، لہٰذا فقہائے کرام نے اس دور میں اتفاقی زیارت سے بھی منع فرمادیا، تو اب عورتوں کے لیے زیارتِ قبور مطلقاً ہی منع ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 بچوں کے گال یا پیشانی پر سیاہ نقطہ لگانا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ نظرِ بد سے بچنے کے لیے بچوں کے گال یا پیشانی پر سیاہ نقطہ لگانا کیسا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کے لیے پیشانی، ٹھوڑی یا گال پر سیاہ نقطہ لگانا جائز ہے، کیونکہ یہ نظرِ بد سے بچنے کی تدبیر ہے جو خلافِ شرع نہیں اور ایسا ٹوٹکا جو شریعت کے خلاف نہ ہو اور تجربہ سے مفید ہونا اس کا ثابت ہو جائز ہوتا ہے جیسا کہ عرب لوگوں میں رائج تھا کہ جس کی نظر لگتی اس کے ہاتھ، پاؤں دھو کر نظر لگے ہوئے کو چھینٹا مارتے، اور حضور صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے اس سے منع نہ فرمایا۔ بلکہ بچوں کو نظرِ بد سے بچانے کے لیے سیاہ نقطہ ٹھوڑی میں لگانے کا ثبوت تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عمل سے بھی ثابت ہے۔ لہٰذا اس میں کسی قسم کا حرج نہیں۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

(8ویں اور آخری قسط)

میت کی رسومات

محترمہ بنتِ منصور مدنیہ عطاریہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز اے ون جوہر ٹاؤن لاہور

غسلِ میت اور کفن دفن کی رسومات مکمل ہو چکی ہیں، اب اس سلسلے کی آخری قسط پیشِ خدمت ہے:

سوگ

فوت ہونے والے کے غم میں زینت چھوڑ دینا، جیسے نیا یا عمدہ لباس نہ پہننا، خوشبو نہ لگانا، بالوں میں کنگھی نہ کرنا وغیرہ سوگ کہلاتا ہے اور سوگ بیوی پر لازم ہے، جبکہ باقی قریبی رشتہ داروں مرد و عورت پر سوگ واجب نہیں۔[1]

سوگ کے دوران عورت ہر قسم کے زیورات، ریشمی کپڑے، خوشبو، تیل، سرمہ اور مہندی استعمال نہیں کرے گی، نیز زعفران یا سرخ رنگ کے کپڑے پہننا بھی منع ہے۔ ان امور کا ترک واجب ہے۔ البتہ! عذر کی صورت میں بعض چیزوں کی اجازت ہو سکتی ہے۔[2]

سوگ کی مدت: سوگ کی مدت کے متعلق شریعتِ مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ کسی قریبی کے فوت ہونے پر تین دن تک سوگ کی اجازت ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں۔ البتہ! شریعت نے عورت کو شوہر کی موت پر چار مہینے دس دن سوگ کا حکم دیا ہے اوروں کی موت کے تیسرے دن تک اجازت دی ہے باقی حرام ہے۔[3] بعض لوگ مہینوں بلکہ چالیسویں تک سوگ کرتے ہیں، انہیں اس معاملے میں عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

شوہر منع کرے تو کیا سوگ کرنا ضروری ہے؟ کسی قریبی کے فوت ہونے پر لمبے سوگ لازم نہیں۔ شریعت نے تین دن تک سوگ کی اجازت دی ہے، اس سے زیادہ جائز نہیں۔ اگر عورت شوہر والی ہو تو شوہر اسے تین دن کے سوگ سے بھی منع کر سکتا ہے۔[4]

فوتگی پر رشتہ داروں کا عمدہ لباس پہننا: فوتگی کے موقع پر چونکہ لوگوں کی آمد و رفت ہوتی ہے، اس لئے بعض افراد صاف اور عمدہ لباس پہنتے ہیں، جس پر کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ شاید انہیں غم ہی نہیں۔ یاد رہے کہ شریعتِ مطہرہ کے مطابق بیوی کے علاوہ باقی رشتہ داروں پر جیسے اپنے والد، والدہ، بھائی وغیرہ پر سوگ کی وجہ سے عمدہ لباس یا خوشبو وغیرہ چھوڑ دینا لازم نہیں، وہ سوئم یا تعزیت کی محفل میں صاف اور عمدہ لباس پہن سکتے، خوشبو لگا سکتے ہیں۔[5]

سوگ میں سیاہ کپڑے پہننا: سیاہ کپڑے بطورِ سوگ پہننا ناجائز و گناہ ہے، سوائے عورت کے کہ وہ اپنے شوہر کی وفات کے غم میں صرف تین دن تک پہن سکتی ہے اور تین دن کے بعد اس کے لئے بھی جائز نہیں اور اگر سیاہ کپڑے بطورِ سوگ یا اظہارِ غم کے لئے نہ پہنے جائیں تو جائز ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔[6]

تعزیت

فرمانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ہے: جو مسلمان اپنے بھائی سے مصیبت کے وقت تعزیت کرے گا، اللہ پاک اُسے بروزِ قیامت عزّت و کرامت کے لباس پہنائے گا۔[7]

فیض القدیر میں تعزیت کا مطلب یہ مذکور ہے: صبر کی تلقین کی جائے اور ایسی باتیں کی جائیں جو میّت کے لواحقین کو تسلی دیں اور اُن کے غم اور مصیبت کو ہلکا کریں۔[8]

تعزیت میں الفاظ کیسے ہوں؟ (تعزیت کرنے والی کو چاہیے کہ) عاجزی و انکساری اور رنج و غم کا اظہار کرے، گفتگو کم کرے اور مسکرانے

سے بچے کہ (ایسے موقع پر) مسکرانا (دلوں میں) بغض و کینہ پیدا کرتا ہے۔ بہتر ہے کہ تعزیت یوں کرے: اللہ پاک تمہاری میّت کی مغفرت فرمائے، اس کو اپنی رحمت میں ڈھانکے، تمہیں صبر عطا کرے اور اس مصیبت پر ثواب عطا فرمائے۔ حضور نے ان لفظوں سے تعزیت فرمائی: لِلّٰهِ مَا اَخَذَ وَلَهُ مَا اَعْطٰى وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى خدا ہی کا ہے جو اُس نے لیا اور اسی کا ہے جو اس نے دیا اور اس کے نزدیک ہر چیز ایک میعاد مقرر کے ساتھ ہے۔[9]

تعزیت کرنا کیسا؟ بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ تعزیت کرنے سے صرف لواحقین کے غم میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے ایسا نہیں کرنا چاہیے اور بعض لوگ ان کے غم میں شرکت کے لئے نہیں بلکہ صرف رسماً تعزیت کرتے ہیں، حالانکہ تعزیت مسنون ہے۔[10]

رشتہ داروں کا تعزیت وصول کرنے کے لئے بیٹھنا: کچھ لوگوں کے ہاں میّت ہونے پر سات دن تک یہ ہوتا ہے کہ دُور کے رشتہ دار چلے جاتے ہیں، مگر قریبی رشتہ دار اور اہلِ خانہ گھر بیٹھے رہتے ہیں، کام کاج وغیرہ کے لئے نہیں جاتے، جو لوگ تعزیت کرنے آتے ہیں ان سے ملتے ہیں اور میّت کے لئے دعا کرتے ہیں، اس دوران بعض اوقات رونے دھونے کی نوبت بھی آجاتی ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ تعزیت وصول کرنے کے لئے کسی دن بھی نہ بیٹھا جائے اور اگر بیٹھنا ہی ہو تو اہلِ خانہ کو تین دن تک تعزیت وصول کرنے کے لئے گھر میں بیٹھنے کی بلا کراہت رخصت و اجازت ہے جبکہ کوئی ممنوع کام نہ کریں (مثلاً: عمدہ عمدہ بچھونے بچھانا، میت کی تعریف میں حد سے غلو، تعزیت کے وقت وہ باتیں جو غم و الم کو زیادہ کریں اور میت کی بھولی ہوئی باتیں یاد دلائیں) اور تین دن کے بعد اس غرض سے بیٹھنا مکروہِ تنزیہی ہے اور میت کے لئے دُعا و ایصالِ ثواب کرنا تو شرعی طور پر اچھا عمل ہے، یہ تو زیادہ سے زیادہ ہونا چاہیے۔[11]

وفات کے بعد بیوہ کے پاس عیدین وغیرہ پر جا کر تعزیت کرنا: وفات کو اگرچہ کافی ماہ ہو گئے ہیں مگر عوام میں رائج ہے کہ وہ عیدین وغیرہ پر بیوہ کے ہاں جا کر اس سے نئے سرے سے تعزیت کرتے ہیں اور ایسا کرنے کو لازمی و ضروری سمجھتے ہیں نیز اگر کوئی ایسا نہ کرے تو معیوب سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ شریعتِ مطہرہ کی طرف سے تعزیت کا وقت تین دن تک مقرر ہے، اس کے بعد تعزیت کرنا مکروہِ تنزیہی ہے، کیونکہ تعزیت کا مقصد صاحبِ میت کو تسلی دینا، اس کے غم کو ہلکا کرنا اور اسے صبر کی تلقین کرنا ہوتا ہے، جبکہ تین دن کے بعد تعزیت کرنے سے اس کا غم دوبارہ تازہ ہو گا، جو مقصود کے خلاف ہے۔[12]

وصیت

سفر کو جاتے وقت یا زندگی کے آخری لمحات میں جو باتیں کی جاتی ہیں وہ وصیت کہلاتی ہیں۔ عوام الناس عموماً وصیت اُن ہی باتوں کو سمجھتے ہیں جو زندگی کے آخری لمحات میں کی جائیں جبکہ ایسا نہیں ہے، بلکہ وصیت اُن باتوں کو بھی کہتے ہیں جو عام زندگی میں اِس انداز میں کی جائیں کہ گویا آخری دم تک اُن پر عمل کرنا ضروری ہے، یا وہ باتیں جن پر عمل کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو، یا وہ جو کسی کی زندگی کے تجربات کا نچوڑ ہوں، یا وہ کلام اور گفتگو جو فکرِ آخرت پر مشتمل ہو ان پر بھی وصیت کا اطلاق ہوتا ہے۔[13]

اس کا قرآنِ مجید میں متعدد جگہوں پر ذکر کیا گیا ہے نیز حضور نے اس شخص کو جو وصیت کر کے وفات کر گیا متقی، شہید اور عامل بِالسُّنَّۃ فرمایا اور اس کی مغفرت کی بشارت دی۔[14]

وصیت مغربی اقوام میں بھی رائج ہے، اگرچہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں، اُن کی اپنی خواہشات کے مطابق ہے، اسی لئے اس کا نام بھی Will ہے جس کے معنی خواہش ہیں۔ عام طور پر وہاں لوگ مرنے سے بہت پہلے Will لکھ چھوڑتے ہیں لیکن اس Will اور وصیت میں زبردست فرق ہے۔ وصیت اسلامی احکام کے مطابق ہوتی ہے اور Will اپنی خواہشاتِ نفس کے مطابق۔ Will لکھنے والا قطعاً یہ نہیں سوچتا کہ وہ جو کچھ لکھ رہا ہے وہ اخلاقی اقدار کے مطابق ہے یا نہیں، اس سے معاشرے میں فلاح و بہبود آئے گی یا تباہی و بربادی، اس کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ میرا مال میرے مرنے کے بعد بھی صرف میری خواہش کے

مطابق خرچ کیا جائے اس میں وہ اچھے بُرے، جائز و ناجائز اور حرام و حلال میں کوئی فرق نہیں کرتا، جب کہ اسلام نے وصیت کرنے والے کو کچھ ہدایات دی ہیں اور وصیت کا مقصد معاشرے کی اچھائی اور اچھے اعمال کو رائج کرنا مقرر کیا ہے۔ اسی لئے اسلام نے گناہ کے کاموں اور معاشرے کو بگاڑنے والی چیزوں کے لئے وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: وصیت کرنا مستحب ہے جب کہ اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی نہ ہو، اگر اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی ہے جیسے اس پر کچھ نمازوں کا ادا کرنا باقی ہے یا اس پر حج فرض تھا ادا نہ کیا یا روزہ رکھنا تھا نہ رکھا تو ایسی صورت میں ان کے لئے وصیّت کرنا واجب ہے۔[15]

وصیت لکھنا کیسا؟ امام نَوَوِی شرحِ مسلم میں فرماتے ہیں: وصیت کی مشروعیت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے لیکن ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ وصیت مستحب ہے واجب نہیں۔ لیکن اگر انسان پر کسی کا قرض یا حق ہو یا اس کے پاس امانت ہو تو اس کی وصیت کرنا لازم ہے۔ اگر انسان کے پاس وصیت کے لائق کوئی چیز ہو تو احتیاط اسی میں ہے کہ اس کی وصیت لکھی ہوئی ہو اور مستحب یہ ہے کہ وصیت جلدی لکھ لے اور اپنی تندرستی میں لکھے اور کسی کو گواہ بھی بنالے۔[16]

خلافِ شرع معاملے کی وصیت: کسی نے مرتے ہوئے خلافِ شرع کام کی وصیت کی تو ایسی وصیت کا حکم ہی یہ ہے کہ اگر کسی ایسے کام کی وصیت کی جو شریعتِ مُطَہَّرہ کے قوانین کے خلاف ہو تو مرنے والے کی ایسی وصیت کا کوئی اعتبار نہیں یعنی اس پر عمل نہیں کیا جائے گا۔[17]

جائیداد سے بے دخل کرنے کی وصیت کرنا: بہت سارے لوگ اپنی نافرمان اولاد کو اپنی جائیداد سے عاق کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔ حالانکہ حکمِ شرعی یہ ہے کہ کوئی شخص عاق ہونے کی وجہ سے ماں باپ کے ترکہ سے محروم نہیں ہو سکتا، اگرچہ والد لاکھ بار اپنے فرمانبردار، خواہ نافرمان بیٹے کو کہے کہ میں نے تجھے عاق کیا یا اپنے ترکہ سے محروم کر دیا، نہ اس کا یہ کہنا کوئی نیا اثر پیدا کر سکتا ہے نہ وہ اس بنا پر کوئی ترکہ سے محروم ہو سکتا ہے۔ البتہ! اگر اولاد فاسق و فاجر ہے اور گمان یہ ہے کہ انتقال کے بعد وہ اس کے مال کو بدکاری و شراب نوشی وغیرہ بُرائیوں میں خرچ کر ڈالے گی تو اس صورت میں زندگی میں فرمانبردار اولاد کو سارا مال دے کر اس پر قبضہ دلا دینا یا اس جگہ کو کسی نیک کام کیلئے وقف کر دینا جائز ہے کہ یہ حقیقت میں میراث سے محروم کرنا نہیں بلکہ اپنے مال اور اپنی کمائی کو حرام میں خرچ ہونے سے بچانا ہے۔[18]

زندگی میں اپنے کفن کی وصیت کرنا: بعض لوگ اپنی زندگی میں ہی کفن کی وصیت کر دیتے ہیں کہ اس کفن میں مجھے کفنایا جائے ایسا کرنا بالکل جائز ہے جیسا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا آخری وقت آیا تو انہوں نے وصیت فرمائی کہ انہیں اس قمیص میں کفن دیا جائے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے انہیں عطا فرمائی تھی اور یہ ان کے جسم سے متصل رکھی جائے نیز آپ کے پاس حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ناخن پاک کے کچھ تراشے بھی تھے، ان کے متعلق وصیت فرمائی کہ باریک کر کے ان کی آنکھوں اور منہ میں رکھ دیئے جائیں اور فرمایا: یہ کام انجام دینا اور مجھے اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن کے حوالے کر دینا۔[19]

---

(1) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: Aqs-2771 (2) در مختار مع رد المحتار، 5/ 221، 222 ملتقطاً (3) فتاویٰ رضویہ، 24/ 495 (4) در مختار مع رد المحتار، 5/ 224 (5) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: Aqs-2771 (6) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: 06 (7) ابن ماجہ، 2/ 269، حدیث: 1601 (8) فیض القدیر، 6/ 232، تحت الحدیث: 8851 (9) فتاویٰ ہندیہ، 1/ 167 (10) بہار شریعت، 1/ 852، حصہ: 4 (11) مختصر فتاویٰ اہل سنت، ص 77 (12) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: Pin-6440 (13) فیضانِ فاروقِ اعظم، 1/ 277 (14) ابن ماجہ، 3/ 304، حدیث: 2701 ملخصاً (15) فتاویٰ ہندیہ، 6/ 90 ملخصاً (16) شرح مسلم للنووی، 11/ 74، 75 (17) مختصر فتاویٰ اہل سنت، ص 145، فتویٰ نمبر: 126 (18) مال وراثت میں خیانت نہ کیجئے، ص 37 (19) اسد الغابہ، 5/ 223

Go To Index

مخاطب کو توجہ دیجئے

محترمہ ام انس عطاریہ
رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

باسلیقہ گفتگو کرنے کا فن رکھنا یقیناً کمال ہے مگر کسی کی پوری بات توجہ سے سننے کا حوصلہ رکھنا اس سے بھی بڑا کمال ہے۔ ہر انسان کی فطری خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بات کو اہمیت دی جائے، توجہ سے سنا جائے، خاص طور پر جب وہ بات وعظ و نصیحت، علم و حکمت یا قرآن و سنت کی ہو تو اسے بھرپور توجہ کے ساتھ سننا ضروری ہو جاتا ہے، جیسا کہ دعوتِ اسلامی کے سنتوں بھرے اجتماعات میں مبلغات بیان کرتی ہیں تو بعض خواتین ان کی بات توجہ سے نہیں سنتیں، بلکہ اپنے موبائل میں یا ادھر ادھر دیکھ کر ٹائم پاس کرتی ہیں۔ یاد رکھیے! جب بھی قرآن و حدیث کی باتیں ہو رہی ہوں یا وعظ و نصیحت پر مشتمل کلام جاری ہو تو توجہ سے سننا ضروری ہے۔ اللہ پاک کا فرمان ہے: مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ وَ هُمْ یَلْعَبُوْنَۙ (پ17، الانبیآء:2) ترجمہ: جب ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو اسے کھیلتے ہوئے ہی سنتے ہیں۔

معلوم ہوا کہ نصیحت کی باتیں بے توجہی اور غافل دل کے ساتھ سننا غیر مسلموں کا طریقہ ہے۔

نظر انداز کرنے کی وجوہات: بات چیت میں کسی کو نظر انداز کرنا اسلامی تہذیب کے مطابق ہے نہ اخلاقیات کے مطابق۔ آج کل سب سے بڑی رکاوٹ توجہ دینے میں موبائل بن گیا ہے۔ والدہ یا والد بات کر رہے ہوں، بچے کچھ کہہ رہے ہوں یا شریکِ حیات مخاطب ہو، ہم اکثر موبائل پر لگی رہتی ہیں اور صرف ہاں یا ٹھیک کہہ کر بات کو رد کر دیتی ہیں۔ اس طرح دوسروں کو توجہ دینے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ حل یہ ہے کہ جب کوئی بات کرے تو موبائل کو سائلنٹ کر کے پوری توجہ کے ساتھ سنیں۔ ہمہ تن گوش رہیں تاکہ سامنے والی کو محسوس ہو کہ وہ آپ کے نزدیک اہم ہے۔

مخاطب کی بات نہ سننے کی کئی وجوہات ہیں، جیسے خود کو بولنے میں ماہر سمجھنا اور دوسرے کی بات کاٹ کر اپنی بات شروع کرنا، مخاطب کو کمتر جاننا، اپنی عقل یا رائے کو کامل سمجھنا، دوسروں کے مشورے نظر انداز کرنا، مال و دولت یا کسی عہدے پر غرور کرنا، اپنے علم یا تجربے پر ناز کرنا، یا کسی بڑے مرتبے والی سے دوستی پر فخر کرنا وغیرہ۔ یہ رویے در اصل غرور، تکبر اور خود پسندی کے اثرات ہیں، جو صبر و تحمل کے ساتھ سننے کی عادت کو متاثر کرتے ہیں۔ ان پر قابو پانے کے لئے اپنے آپ کو کنٹرول کرنا اور تھوڑے عرصے کے لئے تکلف کرنا ضروری ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ دوسروں کی بات تحمل سے سننے اور اپنی بات مؤثر انداز میں پیش کرنے کی عادت بن جاتی ہے اور تعلقات میں محبت، احترام اور اعتماد پیدا ہوتا ہے۔

صحابہ کرام کی پیاری ادا: اللہ پاک تمام صحابہ کرام اور اہلِ بیت پر اپنی بے شمار رحمتیں نازل فرمائے۔ یہ عظیم حضرات جب کلام سنتے تو اپنی توجہ کا بھرپور اظہار کرتے۔ روایت میں ہے: اِذَا تَكَلَّمَ اَطْرَقَ جُلَسَاؤُهُ كَاَنَّمَا عَلٰى رُءُوْسِهِمُ الطَّيْرُ یعنی جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کلام فرماتے تو صحابہ کرام گردنیں جھکا کر خاموش بیٹھ جاتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھ گئے ہوں۔[1] یہ منظر نہ صرف ان کے ادب اور خشوع کی علامت تھا بلکہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ ان کے نزدیک حضور کی بات سننے میں مکمل توجہ اور

احترام کس قدر اہم تھا۔ جیسا کہ حضور نے اسلام کی دعوت علانیہ دی، قریش حیران و پریشان ہو گئے۔ انہوں نے آپ کو رد کرنے کے لئے عقبہ بن ربیعہ کو مذاکرات کرنے بھیجا، تاکہ وہ آپ کو اپنی باتیں قبول کرنے پر آمادہ کرے۔ عقبہ بن ربیعہ حضور کے پاس پہنچا اور بولا: میں آپ سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں، آپ غور سے سنیں، ہو سکتا ہے کہ آپ کو ان میں سے کچھ باتیں پسند آئیں اور آپ مان جائیں۔ حضور نے فرمایا: ابو ولید! تمہیں جو کچھ کہنا ہے کہو، میں سنوں گا۔ چنانچہ عقبہ نے اپنی باتیں کھل کر بیان کیں۔ جب وہ چپ ہوا تو حضور نے پوچھا: ابو ولید! تم نے جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا؟ اس نے جواب دیا: جی ہاں۔ پھر حضور نے فرمایا: تو اب میری بات سنو۔ عقبہ نے کہا: ضرور سنوں گا۔ تب حضور نے سورۂ حٰمٓ السجدہ کی تلاوت کی[2] اور یوں اپنی حکمت سے عقبہ کے دل پر اثر ڈالا۔

یہ واقعہ واضح کرتا ہے کہ حضور نے ہمیشہ تحمل اور حکمت کے ساتھ گفتگو کی اور مخالفت کرنے والوں کو بھی نرمی، احترام اور اللہ پاک کے کلام کے ذریعے سمجھانے کی کوشش فرمائی۔

کتبِ سیرت میں ہے کہ جب حضور مسجدِ نبوی میں تشریف لاتے تو سب سے پہلے حاجت مندوں کی طرف اپنی توجہ فرماتے اور ہر شخص کی درخواست کو غور سے سن کر اس کی حاجت پوری فرماتے۔ حضور قبائل کے نمائندوں سے ملاقات بھی فرماتے اور اس دوران تمام حاضرین کمالِ ادب سے سر جھکائے رہتے۔ حضور کے دربار میں آنے والوں کے لئے کوئی روک ٹوک نہیں تھی؛ امیر و فقیر، شہری اور دیہاتی سب لوگ اپنے اپنے لہجوں میں سوالات پیش کرتے۔ کوئی بھی شخص، خواہ کتنا ہی غریب و مسکین کیوں نہ ہو، بول سکتا تھا، مگر دوسرا، چاہے وہ کتنا ہی بڑا امیر کیوں نہ ہو، کسی کی بات کاٹ کر نہیں بول سکتا تھا۔ جو لوگ سوال و جواب میں حد سے تجاوز کرتے، حضور کمالِ حلم سے برداشت فرماتے اور سب کو اسلامی مسائل و احکام، تعلیم و تلقین اور نصیحت سے نوازتے۔

حضور قبائل سے آنے والے وفود کے استقبال اور ملاقات کا خاص اہتمام فرماتے، ہر وفد کے آنے پر عمدہ ترین پوشاک زیبِ تن فرماتے اور اپنے خصوصی اصحاب کو بھی بہترین لباس پہننے کا حکم دیتے۔ مہمانوں کو اعلیٰ معیار کے مکانوں میں ٹھہرایا جاتا اور ان کی خاطر مدارات اور مہمان نوازی کا خاص خیال رکھا جاتا۔ پھر حضور مسجدِ نبوی میں ایک ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھتے اور ہر وفد سے خوش روی، خندہ پیشانی اور احترام کے ساتھ گفتگو فرماتے۔ ان کی حاجتوں اور حالتوں کو پوری توجہ کے ساتھ سنتے اور ان کو ضروری عقائد و احکامِ اسلام کی تعلیم و تلقین بھی فرماتے۔[3] نیز حضور کا کسی کی بات توجہ سے سننے کا انداز بھی بڑا بے مثال تھا۔ جب آپ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو صرف گردن نہیں بلکہ پورے بدن مبارک کے ساتھ رخ فرماتے،[4] تاکہ مکمل توجہ اور احترام ظاہر ہو۔

البتہ! ہر بات پر توجہ دینا ضروری نہیں۔ مثلاً: بعض باتیں، جیسے غیبت، چغلی یا بے حیائی، سننا ممنوع ہے۔ ایسی محفل میں نہ صرف توجہ دینا غیر مناسب ہے بلکہ گناہ میں پڑنے کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ اگر ممکن ہو تو وہاں سے اٹھ جائیے یا اپنے انداز سے بے توجہی کا اظہار کیجئے۔ یاد رکھیے! دوسروں کے ذاتی معاملات، گھر یا کردار کے بارے میں دلچسپی لینا درست نہیں اور یہ نقصان دہ ہو سکتا ہے۔ دعوتِ اسلامی کے دینی ماحول میں مدنی مشوروں کا ایک نظام قائم ہے جس میں چاہے کوئی کتنا ہی ناقص مشورہ دے، اسے توجہ سے سنا جاتا ہے اور کسی کی بات کاٹنے سے گریز کیا جاتا ہے۔ یوں ہر ایک کی بات کو احترام کے ساتھ سنا جاتا ہے اور مثبت نظام قائم ہوتا ہے، جو احترام کو فروغ دیتا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اچھا سننے، اچھا بولنے اور حضور کی سنت کے مطابق توجہ دینے کی سعادت عطا فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 شمائل ترمذی، ص199، حدیث:334 2 سیرۃ نبویہ لابن ہشام، ص114 ماخوذاً
3 تفسیر صراط الجنان، 7/498 4 شمائل ترمذی، ص23، حدیث:7

Go To Index

مخاطب کو نظر انداز مت کیجئے

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 44ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں۔)

محترمہ بنتِ سید جاوید اقبال (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: درجہ ثالثہ، لطیف آباد، حیدر آباد)

اسلام ایک ایسا دین ہے جس نے انسانی معاشرت کو بہترین اخلاق اور اعلیٰ کردار پر قائم کیا۔ مسلم معاشرے میں کسی کو نظر انداز کرنا، اس کی بات کی اہمیت کم کرنا، جواب نہ دینا یا اسے معمولی سمجھ کر چھوڑ دینا وغیرہ کام بہت برے اخلاق میں شمار ہوتے ہیں۔ قرآن و احادیث میں جگہ جگہ ایسے احکامات موجود ہیں جو انسان کو توجہ، نرمی، ادب اور شفقت کے ساتھ پیش آنے کی تعلیم دیتے ہیں۔

قرآنی نمونے:

اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (پ1، البقرۃ: 83) ترجمہ: اور لوگوں سے اچھی بات کہو۔ اچھی بات سے مراد نیکی کی دعوت اور برائیوں سے روکنا، وعظ و نصیحت اور مخاطب کی بات توجہ سے سننا، اسے نظر انداز نہ کرنا وغیرہ ہے۔ اسی طرح ارشاد ہوتا ہے: وَ اَمَّا السَّآىٕلَ فَلَا تَنْهَرْؕ (پ30، الضحیٰ: 10) ترجمہ: اور کسی بھی صورت مانگنے والے کو نہ جھڑکو۔ یعنی اے حبیب! جب تمہارے درِ دولت پر کوئی سوالی آکر کچھ مانگے تو اسے کسی بھی صورت جھڑکنا نہیں بلکہ اسے کچھ دے دو یا اچھے اخلاق اور نرمی کے ساتھ اس کے سامنے نہ دینے کا عذر بیان کر دو۔[1]

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم ہر مخاطب کی طرف مکمل توجہ فرماتے تھے، جیسا کہ حدیثِ مبارک میں ہے: جب آپ کسی سے کلام فرماتے تو اس سے اپنا چہرۂ مبارک تب تک نہ پھیرتے جب تک وہ خود نہ پھر جاتا اور جب کسی سے مصافحہ فرماتے تو جب تک سامنے والا اپنا ہاتھ نہ کھینچتا حضور بھی اپنا ہاتھ مبارک نہ ہٹاتے۔[2] یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ حضور کسی بات کرنے والے کو کبھی نظر انداز نہیں کرتے تھے۔ بڑے تو بڑے حضور بچوں تک کو نظر انداز نہیں فرماتے تھے، چنانچہ حدیثِ مبارک میں ہے: سرکار بچوں کو بھی سلام میں پہل فرماتے تھے۔[3]

احادیث میں مخاطب کو اہمیت دینے کا حکم: مخاطب کو اہمیت دینا اس کے لئے انس و تسکین کا سبب ہوتا ہے اور حضور نے مومن کی صفت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: مومن تو وہ ہے جو مانوس ہوتا ہے اور جس سے مانوس ہوا جاتا ہے۔ اس میں کوئی خیر و بھلائی نہیں جو نہ کسی سے مانوس ہوتا ہے اور نہ کوئی اس سے مانوس ہوتا ہے۔[4]

اسی طرح نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو رحم نہیں کرتا، اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔[5]

کسی کی بات کو نظر انداز کرنا اس کے دل کو توڑنے کے مترادف ہوتا ہے اور یہ رحمت کے خلاف ہے۔ لہٰذا مسلمان کو چاہیے کہ کسی سے بھی کلام کرے تو اخلاق، نرمی اور ہمدردی سے کرے اور سامنے والے کی بات کو توجہ سے سنے، کیونکہ کسی کو نظر انداز کرنا دل شکنی کا باعث ہے اور دل شکنی گناہِ کبیرہ ہے۔

یاد رکھیے! کسی مسلمان سے منہ پھیر لینا، اس سے بات نہ کرنا یا اسے نظر انداز کرنا اخلاقِ رسول کے بھی خلاف ہے کہ جب حضور کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پوری توجہ کے ساتھ متوجہ ہوتے۔[6]

محترمہ بنتِ صفی احمد
(طالبہ: درجہ رابعہ، فیضانِ عائشہ کامرہ اٹک)

انسان ایک سوشل مخلوق ہے۔ وہ ایک معاشرے میں پروان چڑھتا اور اس سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ ان افراد سے جو اس کے ساتھ رہتے ہیں میل جول رکھنا، ان سے اظہارِ خیال کرنا اس کی فطری ضرورت ہے۔ کوئی بھی عام انسان لوگوں کے بغیر سب سے الگ تھلگ نہیں رہ سکتا۔ اللہ پاک نے انسان کو معاشرے سے روابط رکھنے کے لئے گفتگو کی طاقت عطا فرمائی۔ انسان کی پہچان اس کے اخلاق، گفتار اور رویے سے ہوتی ہے۔ اللہ پاک نے اپنے دینِ کامل میں گفتگو کے آداب بھی ذکر فرمائے۔ ان میں سے ایک بہت خوبصورت ادب مخاطب کی بات کو توجہ سے سننا بھی ہے۔ پارہ 21 سورۂ لقمان کی آیت نمبر 18 میں ارشادِ الٰہی ہے: وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ ترجمہ: اور لوگوں سے بات کرتے وقت اپنا رخسار ٹیڑھا نہ کر۔

حضرت علامہ مفتی سید نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: یعنی جب آدمی بات کریں تو انہیں (یعنی جس سے بات کر رہے ہیں ان کو) حقیر جان کر ان کی طرف سے رخ پھیرنا جیسا کہ متکبرین (یعنی مغروروں) کا طریقہ ہے اختیار نہ کرنا، غنی و فقیر (یعنی امیر و غریب) سب کے ساتھ بتواضع (یعنی عاجزی سے) پیش آنا۔[7] اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن پاک ہمیں گفتگو کے آداب سکھاتا ہے۔ گفتگو کے دوران مخاطب کو نظر انداز کرنا صرف سماجی ہی نہیں، بلکہ دینی لحاظ سے بھی غلط عمل ہے۔ مخاطب کو نظر انداز کرنا ایک منفی برتاؤ ہے جو تعلقات، اعتماد اور اخلاقیات کو نقصان پہنچاتا ہے۔

کسی کی بات کو توجہ سے نہ سننا اور اِدھر اُدھر دیکھنا مخاطب کے اعتماد کو مجروح کرتا، اس کی حوصلہ شکنی اور دل آزاری کا سبب بھی بنتا ہے، جبکہ شریعت میں مسلمان کو تکلیف دینا سخت ناپسندیدہ عمل ہے۔ کلام کرنے والی کو نظر انداز کرنا حکمِ الٰہی کی خلاف ورزی اور اسے احساسِ محرومی میں مبتلا کر دیتا ہے۔

حضور کا خوبصورت طریقۂ گفتگو تھا کہ آپ کسی کو بھی نظر انداز نہیں فرماتے تھے، بلکہ ہر ایک کو عزت دیتے، چاہے وہ چھوٹا ہو یا بڑا۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پوری توجہ کے ساتھ متوجہ ہوتے۔[8] نیز حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح البیان میں لکھتے ہیں: سلام، کلام اور ملاقات کے وقت عاجزی کے طور پر اپنا پورا چہرہ لوگوں کے سامنے کیجئے، ان سے چہرہ نہ ہٹائیے، اس کا کچھ حصہ چھپائیے نہ ہی پھیریے، جیسا کہ متکبرین کی عادت ہوتی ہے کہ لوگوں کو ایسے ہی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور فقرا کو غصے سے دیکھتے ہیں بلکہ تمہارے ہاں امیر و غریب دونوں اچھے سلوک کے معاملے میں برابر ہوں۔[9]

بد قسمتی سے آج کے دور میں یہ سنت کمزور پڑ گئی ہے۔ ہم گفتگو کے دوران موبائل دیکھنے، دوسروں کی بات کاٹنے یا عدم دلچسپی ظاہر کرنے میں مصروف رہتی ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف غیر اخلاقی ہے بلکہ اسلامی تعلیمات کے بھی خلاف ہے۔ گفتگو میں مخاطب کو اہمیت دینا، اس کی بات توجہ سے سننا اور احترام کے ساتھ پیش آنا اعلیٰ اخلاق اور اچھی تربیت کی علامت ہے۔ جب ہم کسی کی بات غور سے سنتی ہیں تو وہ خود کو قابلِ قدر محسوس کرتی ہے، جس سے باہمی اعتماد اور احترام میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس گفتگو کے دوران بے توجہی غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کو جنم دیتی اور تعلقات میں دراڑ کا سبب بن سکتی ہے۔ باشعور اور مہذب انسان وہی ہے جو بولنے کے ساتھ ساتھ سننے کا سلیقہ بھی رکھتا ہو۔

الغرض قرآن و سنت ہمیں دوسروں کو توجہ اور عزت دینے کی تعلیم دیتے ہیں، جو اچھے اخلاق اور مسلمان کی شان ہے۔ لہٰذا گفتگو کے آداب اپنائیے، مخاطب کو مکمل توجہ دیجئے اور اچھے اخلاق کو اپنی زندگی کا حصہ بنا کر دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کیجئے۔

---

(1) تفسیر خازن، 4/388 (2) ابن ماجہ، 4/210، حدیث: 3716 (3) بخاری، 4/170، حدیث: 6247 (4) مسند امام احمد، 37/492، حدیث: 22840 (5) بخاری، 4/100، حدیث: 5997 (6) شمائل محمدیہ، ص 23، حدیث: 7 ملتقطاً (7) تفسیر خزائن العرفان، ص 761 (8) شمائل محمدیہ، ص 23، حدیث: 7 (9) تفسیر روح البیان، 7/84

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 44ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 292 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی انبیائے کرام سے محبت	116	مخاطب کو نظر انداز مت کیجیے	113	جنسی بے راہ روی کے اسباب	63

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی انبیائے کرام سے محبت: حیدر آباد: لطیف آباد 8: بنت سید جاوید اقبال۔ ڈیرہ نواب صاحب: بنت محمد خان ناگچ۔ رحیم یار خان: بنت خورشید خان۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت سید ابرار حسین، بنت محمد نواز، بنت شاہد، بنت لیاقت علی، بنت محمد خالد وسیم، بنت ناظم، بنت نوید حسین، ہمشیرہ احمد وسیم۔ تلواڑہ مغلاں: بنت وسیم علی، بنت جاوید، بنت مدثر اقبال، بنت محمد شکور، بنت محمد انور، بنت سائیں دتگا، بنت محمد اسلم، بنت منیر احمد۔ شفیع کا بھٹہ: بنت ندیم جاوید، ہمشیرہ محمد منیب، بنت سید حسنین شاہ، بنت سعید، بنت فضل الٰہی، بنت عثمان علی، بنت خوشی محمد، بنت محمد جمیل، بنت اشفاق احمد، ہمشیرہ عمر جٹ، بنت کرامت علی، بنت عرفان، بنت ذوالفقار انور، بنت رزاق بٹ، بنت شمس پرویز، بنت راشد، بنت صغیر احمد، ہمشیرہ نوید، بنت محمد شفیق، بنت محمد احسن، بنت غلام حیدر، بنت طاہر محمود، ہمشیرہ حافظ بلال، بنت محمد رمضان، بنت کاشف شیراز، بنت رحمت علی، بنت عبدالقادر، بنت محمد اشفاق، بنت محمد سلیم، بنت محمد جان، بنت محمد اکرام، بنت محمد شاہد، بنت امجد، بنت محمد امین شاہین، بنت محمد بوٹا، بنت اشفاق احمد، بنت غلام مصطفیٰ، بنت مقبول احمد، بنت محمد جعفر حسین، بنت محمد یوسف، بنت اعجاز احمد، بنت محمد شریف، بنت محمد سجاد، بنت عاشق حسین شاہ، بنت محمد اشفاق، بنت عبدالرزاق، بنت محمد شمس، بنت محمد نواز۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت محمد شہباز (دورۃ الحدیث)، بنت نعیم، بنت اصغر، بنت سید خاہر حسین، بنت رمضان، بنت اطہر، بنت خالد، اخت فیصل خان، بنت ایاز، بنت محمد ریاض۔ مظفر پورہ: بنت محمد طارق، بنت عاشق، بنت عمران، بنت ارشد علی، بنت محمد یاسر، بنت اعظم، بنت احسان اللہ، بنت محمد نواز، بنت نعیم۔ معراج کے: بنت محمد افضل بھٹی، بنت محمد رفیق، بنت ریاض احمد، بنت نور حسین، بنت محمد منیر، بنت محمد جاوید، بنت نصیر احمد۔ میانہ پورہ: اخت حمزہ عمران، بنت اعظم مبین، بنت شیر زادہ، بنت محمد الیاس، بنت محمد عمران، بنت منور۔ ندپور: بنت محمد الیاس، بنت محمد سلیم، بنت رمضان احمد، بنت محمد صدیق، بنت ہدایت اللہ، بنت افتخار احمد، ہمشیرہ امیر حمزہ، بنت محمد ندیم، بنت عبدالستار مدنیہ۔ نواں پنڈ: آرائیاں: بنت اختر، بنت سوداگر حسین، بنت ظفر اسلام۔ فیصل آباد: ساوی کالونی: بنت محمد رفیق۔ فیضان عائشہ صدیقہ: بنت ڈاکٹر محمد شہباز۔ کراچی: فیض مدینہ: بنت استخار۔ فیضان حدائق بخشش: بنت ابرار شاہ۔ گوجرانوالہ: ضلع کاموکی: بنت رمضان۔ لاہور: کوٹ لکھپت: بنت عبدالحمید، بنت عرفان، بنت محمد شفیق۔ نارووال: فاطمۃ الزہراء: بنت محمد ریاض۔

مخاطب کو نظر انداز مت کیجیے: بہاولپور: یزمان: بنت محمد یونس۔ حیدر آباد: لطیف آباد 8: بنت سید جاوید اقبال، بنت سکندر۔ خانیوال: کوہی والا: بنت اللہ نور۔ خوشاب: جوہر آباد: بنت امتیاز حسین۔ رحیم یار خان: رحمت کالونی: بنت فخر الدین۔ ساہیوال: طارق بن زیاد کالونی: بنت شفقت علی۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت راشد، بنت شمس الدین، بنت فضل الحق، بنت لیاقت علی، بنت محمد عرفان، بنت محمد قیصر، بنت واصم، بنت شفاقت علی۔ پسرور بن باجوہ: بنت ارشد محمود۔ تلواڑہ مغلاں: بنت رزاق احمد، بنت محمد جمیل، بنت نصیر احمد، بنت ناصر محمود، بنت عارف حسین، بنت محمد اکرم۔ شفیع کا بھٹہ: بنت عارف محمود، بنت محمد نواز، بنت آصف اقبال، بنت محمد نعیم، بنت عرفان، بنت صغیر، بنت ہمایوں، بنت خوشی محمد، بنت سلیم، بنت ذوالفقار انور، بنت ندیم میاں، بنت محمد امین حسین، بنت رضا الحق باجوہ، بنت محمد سلیم، بنت محمد نعیم، بنت اصغر مغل، بنت تنویر اختر، بنت افتخار احمد، بنت طاہر، بنت راشد محمود، بنت جہانگیر، بنت خالد حسن، ہمشیرہ میر حمزہ، بنت محمد عارف، بنت خلیل احمد، بنت محمد اشفاق، بنت شوکت علی، بنت محمد عمران، ہمشیرہ حنظلہ صابر، بنت انتظار حسین، بنت محمد یوسف، بنت اشرف صادق، بنت بشیر احمد، بنت دلاور حسین، بنت عبدالرزاق، ہمشیرہ فیصل، بنت محمد اشرف، بنت محمد شاہد، بنت محمد اشرف، بنت محمد حبیب۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت محمد ارشد، بنت محمد شہباز (دورۃ الحدیث)، بنت صغیر بھٹی، بنت علی احمد، اخت ثناء اللہ گوندل: بنت شہباز احمد۔ مظفر پورہ: بنت حافظ محمد شبیر، بنت محمد شہباز، بنت محمد طارق، بنت شبیر۔ معراج کے: بنت محمد رفیق، بنت اظہر علی، بنت محمد یونس، بنت محمد ذوالفقار۔ میانہ پورہ: بنت سہیل احمد، بنت محمد عتیق، بنت مخدوم حسین۔ ندپورہ: ہمشیرہ امیر حمزہ، بنت محمد الیاس، ام ہانی، بنت رمضان احمد، بنت محمد سلیم، بنت ہدایت اللہ، بنت افتخار احمد، بنت ندیم، بنت عبدالستار مدنیہ، بنت محمد صدیق۔ نواں پنڈ: آرائیاں: عشرت بتول۔ فیصل آباد: جھمرہ سٹی: بنت محمد انور۔ چیاں: بنت ارشد محمود۔ فیضان عائشہ صدیقہ: بنت ڈاکٹر محمد شہباز۔ کراچی: ابن عطار: بنت محمد اقبال۔ بہار مکہ: بنت عبدالحق اعوان۔ دھوراجی: بنت شہزاد احمد۔ شاہ لطیف ٹاؤن: بنت اسماعیل۔ فیضان رضا: بنت اسلم

پرویز۔ گلبرگ ٹاؤن: بنت شاہد۔ گلشن اقبال: بنت عارف۔ گلشن معمار: بنت محمد اکرم۔ گجرات: مدینہ کلاں: بنت مصطفیٰ حیدر۔ گوجر خان: بنت اظہر احمد قاضی۔ گوجرانوالہ: کاموکی: بنت محمد رمضان۔ لاہور: چرڑ ڈیفنس: بنت محمد عارف۔ کوٹ لکھپت: بنت احسان، بنت الیاس، بنت غلام حسین، بنت محمد شفیق۔ والٹن: بنت نور حسین۔ ملتان: ادارۃ المصطفیٰ: بنت یعقوب۔ میانوالی: کمل: بنت محمد یار۔ نارووال: فیضان فاطمۃ الزہراء: بنت زاہد اقبال۔ عرب: بحرین: بنت مقصود۔

جنسی بے راہ روی کے اسباب: ٹیکسلا: ایوبیہ: بنت طارق محمود۔ خانیوال: کوہی والا: بنت اللہ نور۔ ساہیوال: طارق بن زیاد کالونی: بنت شفقت علی (خامسہ)، بنت شفقت علی۔ سیالکوٹ: پاکپورہ: بنت اللہ دتہ، بنت سہیل امجد، بنت طفیل، بنت غلام یاسین، بنت کاشف منیر۔ گوجرانوالہ مغلاں: بنت محمد جنید رضا، بنت محمد عاصم شہزاد، بنت فیصل مجید۔ شفیع کا بھٹہ: ہمشیرہ حامد، بنت عرفان، بنت محمد یوسف، بنت عبد المجید، بنت محمد خالد، بنت طارق محمود، بنت محمد حبیب، بنت محمد سرور، بنت ذوالفقار علی، ہمشیرہ حضر علی، بنت امین، بنت محمد امین۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، کنیز عطار، بنت سرفراز، بنت علی احمد، بنت محمد پرویز اقبال، بنت محمد الیاس۔ مظفر پورہ: بنت نعمان شہزاد، بنت محمد شہباز، بنت محمد طارق، ہمشیرہ محمد قاسم علی۔ معراج کے: بنت لیاقت علی، بنت محمد عارف۔ میانہ پورہ: بنت عظیم مبین، بنت محمد شیراز، بنت قمر شمس۔ ندپور: ام ہانی، بنت رمضان احمد، بنت افتخار، بنت محمد الیاس، بنت ہدایت اللہ، ہمشیرہ امیر حمزہ، بنت عبد الستار مدنیہ، بنت محمد ندیم، بنت محمد صدیق۔ نواں پنڈ: آرائیاں: بنت افتخار حسین، بنت اختر۔ فیصل آباد: فیض پورہ: ام ملحان۔ فیضان عائشہ صدیقہ: بنت ڈاکٹر محمد شہباز۔ قصور: تکونڈی: بنت اصغر علی۔ کراچی: آل فاطمہ: بنت ارشاد احمد۔ فیضان رضا: بنت ساجد علی، بنت عمران حسین۔ گلشن اقبال: بنت محمد عارف۔ گلشن معمار: بنت محمد اکرم۔ گوجرانوالہ: کاموکی: بنت محمد رمضان۔ لاہور: پنڈی راجپوتاں: بنت رفیق احمد۔ چرڑ ڈیفنس: بنت غلام حسین مدنیہ۔ کوٹ لکھپت: بنت اشفاق۔ منڈی بہاءالدین: بنت محمد اسلم۔ نارنگ منڈی: بنت ارشد۔

محترمہ ام ملحان (فرسٹ پوزیشن)
(طالبہ: درجہ رابعہ، فیض پور 30 چک فیصل آباد)

جنسی بے راہ روی سے مراد ہر وہ ناجائز، غیر اخلاقی اور غیر شرعی جنسی عمل ہے جو اسلامی تعلیمات اور معاشرتی اقدار کے خلاف ہو۔ یہ وہ اعمال ہیں جو نکاح کے دائرے کے باہر جنسی خواہشات پوری کرنے یا فحاشی و عریانی میں ملوث ہونے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

اسباب

جنسی بے راہ روی کے بہت سے اسباب ہیں، جن میں سے چند اہم اسباب درج ذیل ہیں:

1- دین سے دوری: جب انسان قرآن و سنت کی تعلیمات سے غافل ہو جاتا ہے تو حلال و حرام کی تمیز بھول جاتا ہے۔ تقویٰ کی کمی خواہشات کے پیچھے لگنے کا سبب بنتی ہے۔
جو قرآن و سنت کی تعلیمات سے غافل ہو وہ حلال و حرام کی تمیز کھو بیٹھتی ہے اور تقویٰ کی کمی اسے خواہشات کی پیروی پر آمادہ کر دیتی ہے۔ قرآن پاک میں ہے: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ (پ15، بنی اسرائیل:32) ترجمہ: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے۔ معلوم ہوا! جو انسان دینی ماحول سے وابستہ اور دینی تعلیمات پر عمل کرتا ہو وہ کبھی بھی اس راستے پر چلتے ہوئے دین کی مخالفت نہیں کرے گا۔

سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ کا بے جا استعمال: آج غیر اخلاقی ویب سائٹس، ڈراموں، فلموں، ٹک ٹاک اور دیگر پلیٹ فارمز پر فحاشی عام ہو چکی ہے۔ ان کے ذریعے ایسے مناظر دکھائے جاتے ہیں جو شہوت کو ابھارتے ہیں، جس سے نوجوان نسل فحش مواد دیکھنے کی عادی بنتی جا رہی ہے۔ بہت سے لوگ ان گھٹیا ایپس اور غیر اخلاقی مواد کو آسان اور سستی تفریح سمجھ کر اپنائے ہوئے ہیں، جو ہر وقت میسر ہوتی ہے۔ حالانکہ جو انسان اپنی نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتا، وہ خود کو بے حیائی اور گناہ سے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ اسی لئے اللہ پاک سورۂ نور کی آیت نمبر 31 میں ارشاد فرماتا ہے: اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ وہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں۔

بے پردگی اور مغربی تہذیب کا اثر: لباس میں بے اعتدالی، فیشن کے نام پر جسم کی نمائش، مخلوط ماحول کا بڑھ جانا اور شرم و حیا کا ختم ہو جانا یہ سب جنسی بے راہ روی کے اسباب ہیں۔

بیکار وقت اور بے مقصد زندگی: فارغ وقت شیطان کا ہتھیار ہے۔ مصروفیت، مقصدیت اور اچھی سرگرمیوں کی کمی نوجوان نسل کو غلط راستوں کی جانب لے جاتی ہے۔

وقت پر شادی نہ ہونا: معاشی مسائل، غیر ضروری رسم و رواج

اور تاخیر سے نکاح کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔اس کا نتیجہ اکثر ناجائز راستوں کی طرف مائل کرتا ہے۔

گھر میں تربیت کی کمی: والدین کی جانب سے شرم و حیا اور اخلاقی تربیت کی کمی،بچوں کی نگرانی نہ کرنا اور سہولت کے نام پر موبائل ان کے حوالے کر دینا جنسی بے راہ روی کا بڑا سبب ہے۔اس طرزِ عمل سے گناہ بچوں کی نظر میں معمولی بن جاتا ہے۔ماحول انسان پر گہرا اثر ڈالتا ہے،جبکہ معاشرے اور موبائل میں موجود شہوت انگیز مواد اور موسیقی ذہن کو متاثر کر کے آہستہ آہستہ گناہ کی طرف مائل کر دیتی ہے۔

اس دور کی تربیت کا ہے انداز نرالا
ہاتھوں میں نہ قرآن،نہ سر پہ عمامہ
فیشن کی ہے بھرمار،موبائل کا ہے زمانہ
بچوں کے ہاتھوں میں تھما دیا یہ فسانہ
ہر ماں یہ سمجھتی ہے کہ وہ ہے بڑی "فائن"
مگر نہیں جانتی یہ ہے نقصان کا نشان
اپنے بچوں کے ہاتھوں میں قلم عام کرو
سنت کے مطابق ان کے دلوں میں علم جگاؤ
اس پاک زمین کو سچائی سے روشن بناؤ

محترمہ بنتِ محمد طفیل
(طالبہ:درجہ خامسہ،پاکپور دسیالکوٹ)

انسان کو پاکیزہ فطرت اور عفت و حیا کے ساتھ پیدا کر کے اس کے اندر خیر و شر کی پہچان رکھی گئی ہے۔قرآنِ کریم اور سنتِ نبوی میں کردار اور تعلقات کے ایسے آداب بیان کیے گئے ہیں جو انسان کو ہر طرح کی بے راہ روی سے محفوظ رکھتے ہیں۔جب انسان ان حدود سے تجاوز کرتا ہے تو معاشرہ فتنہ،بے راہ روی، فحاشی اور اخلاقی زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔موجودہ دور ہر طرح کی برائیوں کا بڑھتا ہوا سیلاب ہے،جسے دورِ جاہلیت کہنا بجا نہ ہوگا۔ بے حیائی،بے پردگی،فحاشی،عریانی،میڈیا،انٹرنیٹ اور مغربی ثقافت نے نوجوان نسل کو گمراہی کی راہ پر ڈال دیا ہے۔

اسباب: اس برائی کے پھیلاؤ کے کئی پوشیدہ اور ظاہری اسباب ہیں جنہیں جاننا اصلاحِ معاشرہ کے لئے نہایت ضروری ہے:
✲مذہبی و اخلاقی تربیت کی کمی ✲انٹرنیٹ اور میڈیا کا غلط استعمال ✲غلط صحبت ✲منفی دوستیاں ✲والدین کی غفلت ✲ذہنی و جذباتی تنہائی ✲معاشرتی بے حیائی اور فحاشی ✲نکاح میں بے جا رکاوٹیں ✲نفس پر قابو نہ ہونا ✲دین سے دوری ✲بے پردگی اور ✲نفس کی پیروی وغیرہ

نمایاں سبب: آج کے دور میں انٹرنیٹ اور میڈیا کا غلط استعمال جنسی بے راہ روی کے پھیلاؤ میں سب سے نمایاں سبب ہے۔ سوشل میڈیا ایک ایسی دنیا بن چکا ہے جہاں بے حیائی،بد نظری اور دنیا و آخرت کو نقصان پہنچانے والے امور عام ہیں۔فحش اور شہوت انگیز مواد نوجوانوں کو غلط رجحانات کی طرف مائل کرتا ہے جبکہ غیر مناسب ڈرامے،فلمیں اور اشتہارات جذبات اور سوچ پر منفی اثر ڈال سکتے ہیں۔اسی لئے ضروری ہے کہ انٹرنیٹ اور میڈیا کا استعمال محدود،تعلیمی اور دینی مواد تک ہو اور والدین و اساتذہ کی نگرانی موجود ہو تاکہ نوجوان محفوظ رہیں۔اسلام نے عفت و حیا کو ایمان کا جز قرار دیا ہے۔اللہ پاک فرماتا ہے:
وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةًؕ وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾ (پ15،بنی اسرائیل: 32) ترجمہ: اور بدکاری کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے۔یہ آیت ہمیں صرف گناہ سے نہیں بلکہ اس کے قریب جانے والے تمام راستوں سے بچنے کی تعلیم دیتی ہے،مگر افسوس! آج ہم نے انہی راستوں کو روزمرہ زندگی کا حصہ بنالیا ہے۔

ہم کس طرح بچ سکتی ہیں؟
جنسی بے راہ روی ایمان کی کمزوری اور تربیت کی کمی کا نتیجہ ہے۔اس سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اپنی نگاہوں،دلوں اور اعمال کی حفاظت کریں،انٹرنیٹ و میڈیا کا درست استعمال کریں اور نکاح کو آسان بنائیں۔جب خوفِ خدا اور حیا دلوں میں زندہ ہوں تو معاشرہ خود بخود پاکیزگی اور اخلاقی بلندی کی راہ پر چل پڑتا ہے۔

اپنا روزہ ضائع ہونے سے بچائیے

محترمہ بنت عبد الحمید مدنیہ عطاریہ
لیکچرار، ایم فل اسکالر رائیونڈ

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسان کی جسمانی، روحانی اور عملی ضروریات کو پیشِ نظر رکھ کر عبادات کا نظام مرتب کرتا ہے۔ روزہ بھی انہی عبادات میں سے ایک ہے، جس میں کھانے پینے سے پرہیز کے ساتھ تقویٰ، ضبطِ نفس اور روحانی تربیت شامل ہے۔

افطار کا وقت: افطار کا وقت غروبِ آفتاب ہے جس پر اہلِ علم کا اجماع منقول ہے۔ چنانچہ غروب کا ظنِّ غالب ہو جائے تو بلاوجہ افطار میں تاخیر کرنا خلافِ مسنون ہے۔ جو اسے غلط کہتی ہے وہ دلائل سے ناواقف یا غلط فہمی کا شکار ہے، اس لئے عوام میں ایسی باتیں پھیلانے سے بچیے۔ کیونکہ پارہ 2، سورہ بقرہ کی آیت نمبر 187 میں اللہ پاک نے واضح طور پر روزے کو رات آنے تک پورا کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے، جیسا کہ تفسیر ماوردی میں اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہاں رات سے مراد غروبِ شمس ہے۔[1] جبکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے متعلق مروی ہے کہ آپ نمازِ مغرب سے پہلے چند تر کھجوروں سے روزہ افطار فرماتے، اگر تر کھجوریں نہ ہوتیں تو خشک چھواروں سے روزہ افطار فرماتے، اگر وہ بھی نہ ہوتے تو پانی کے چند گھونٹ نوش فرمالیتے۔[2] نیز یہ بھی آپ ہی کا فرمان ہے کہ لوگ ہمیشہ خیر کے ساتھ رہیں گے، جب تک افطار میں جلدی کریں گے۔[3] یعنی جب غروبِ آفتاب کا یقین ہو جائے تو بلاوجہ تاخیر نہ کی جائے اور جو گروہ اس کے خلاف رائے رکھتا ہے، اس حدیث میں ان کا رد ہے۔[4]

سحری کا وقت: حضور کا فرمان ہے: ہمارے اور اہلِ کتاب کے روزوں میں فرق سحری کا لقمہ ہے۔[5] ایک اور روایت میں ہے: سحری تمام کی تمام برکت ہے اُسے نہ چھوڑنا، اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لو کیونکہ اللہ پاک اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر درود بھیجتے ہیں۔[6]

سحری میں تاخیر افضل ہے: حضور کے فرمان کے مطابق سحری میں (رات کے چھٹے حصہ تک[7]) تاخیر اللہ پاک کو پسند ہے۔[8] لیکن اگر رات کا گمان کرتے ہوئے سحری کر لی جبکہ فجر طلوع ہو چکی تھی تو فقط قضا لازم ہے۔[9]

سحری کا مستحب وقت یعنی رات کا آخری چھٹا حصہ نکالنے کا طریقہ: غروبِ آفتاب سے صبحِ صادق کا درمیانی وقت شمار کیجئے، اس کو 6 پر تقسیم کیجئے اور حاصلِ تقسیم کو صبحِ صادق سے گھٹا دیجئے، مثلاً: غروبِ شام 6 بجے اور صبحِ صادق رات 5 بجے ہو تو شرعی رات 11 گھنٹے کی ہوئی جس کا چھٹا حصہ 1 گھنٹہ 50 منٹ ہوئے تو آخری 1 گھنٹہ 50 منٹ کے دوران جب بھی سحری کھائے گی ان شاء اللہ مستحب کا ثواب پائے گی۔

اذانِ فجر نمازِ فجر کے لئے اور اذانِ مغرب نمازِ مغرب کے لئے ہوتی ہے نہ کہ روزہ بند کرنے اور کھولنے کے لئے، لہٰذا صبحِ صادق اور غروبِ آفتاب کا خیال رکھیے۔ اوقاتِ نماز و سحر و افطار معلوم کرنے کے لئے عام بازاری نقشوں سے بچئے اور دعوتِ اسلامی کے شعبہ فلکیات کی طرف سے تیار کردہ prayer time نامی ایپ موبائل میں ڈاؤن لوڈ کر کے اپنے علاقہ کی لوکیشن سیٹ کر لیجئے یا مکتبۃ المدینہ سے جاری کردہ اوقاتِ نماز کے نقشے استعمال فرمائیے یا مدنی چینل پر ڈسپلے ہونے والے اوقات کی مدد سے اپنے روزوں اور نمازوں کے اوقات کی حفاظت کیجئے۔

---

1 تفسیر ماوردی، 1/ 247 2 ترمذی، 2/ 162، حدیث: 696 3 بخاری، 1/ 645، حدیث: 1957 4 فتح الباری، 5/ 173 5 مسلم، ص427، حدیث: 2550 6 مسند امام احمد، 17/ 150، حدیث: 11086 7 تفسیر نعیمی، 2/ 210 8 معجم اوسط، 5/ 320، حدیث: 7470 9 در مختار مع رد المحتار، 3/ 436

ترجمۃ القرآن کورس

(اس سلسلے میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات بیان کی جاتی ہیں۔)

قرآنِ کریم محض تلاوت کے لئے نازل نہیں ہوا بلکہ اسے سمجھنے، اس پر غور کرنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کے لئے نازل کیا گیا ہے۔ اللہ پاک نے قرآن کو ہدایت، نور اور راہ نمائی بنا کر اتارا تاکہ انسان اپنے عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاقیات کو درست کر سکے۔ اگر قرآن کو سمجھے بغیر پڑھا جائے تو ہدایت کا وہ پہلو پوری طرح واضح نہیں ہو پاتا جو اللہ پاک نے اس میں رکھا ہے۔ اسی لئے ترجمۂ قرآن کی تعلیم نہایت ضروری ہے، کیونکہ ترجمہ سمجھنے سے انسان براہِ راست قرآن کے پیغام سے جڑ جاتا ہے۔

کورس کا تعارف اور مقصد

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے رب کو پہچانے، اس کی صفات کو جانے اور اس کے احکام سے واقف ہو۔ اللہ پاک کے کلام کو درست تناظر میں سمجھنا ہی دینی تعلیمات کی اصل بنیاد ہے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب مسلمان قرآن کو سمجھ کر پڑھنے والا بنے۔ عوام الناس کی اسی بنیادی ضرورت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے شیخ الحدیث قبلہ مفتی محمد قاسم عطاری دامت برکاتہم العالیہ نے یہ عظیم علمی خدمت انجام دی اور عوام کے لئے نہایت آسان، سلیس اور عام فہم ترجمۂ قرآن کنز العرفان عطا فرمایا۔ یہ ترجمہ، ترجمۂ کنز الایمان کے تحت تحریر کیا گیا اور عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق ہے، جس سے قرآن فہمی عام لوگوں کے لئے بھی آسان ہو گئی۔

کورس کی تفصیل مع مشمولات

اس ترجمۂ قرآن کورس میں قرآنِ کریم کے مکمل 30 پارے مع ترجمہ پڑھائے جاتے ہیں، تاکہ شرکا پورے قرآن کے پیغام سے واقف ہو سکیں اور کسی ایک حصے تک محدود نہ رہیں۔

اس کورس میں درج ذیل موضوعات کو مختصر، جامع اور اجمالی انداز میں شامل کیا جاتا ہے:

- تیس پاروں کا لفظی اور بامحاورہ ترجمہ
- آیاتِ قرآنیہ کے مضامین
- مشکل الفاظ کی مختصر وضاحت
- ہر سورت کا مختصر تعارف
- ترجمہ سمجھنے میں معاون عربی زبان کے بنیادی قواعد و ضوابط

کورس مکمل کرنے کے بعد حاصل ہونے والے فوائد

اس کورس کو مکمل کرنے کے بعد شرکا قرآنِ کریم کے ترجمے کو بہتر انداز میں سمجھنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ قرآن کی تعلیمات زندگی کے ہر شعبے میں راہ نمائی فراہم کرتی ہیں۔ جب انسان ترجمۂ قرآن سمجھ لیتا ہے تو وہ اپنی عملی زندگی کو قرآن کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے، جس سے اس کے عقائد مضبوط، عبادات درست اور اخلاق سنور جاتے ہیں۔

کورس کی اہلیت

یہ کورس ہر اس مسلمان کے لئے ہے جو قرآن کو سمجھنا چاہتا ہو۔ کورس کرنے کے لئے کم از کم عمر بارہ سال مقرر ہے۔ اس کے علاوہ کسی خاص تعلیمی قابلیت کی شرط نہیں، البتہ! قرآن سیکھنے کا شوق اور سنجیدگی ضروری ہے۔

ایڈمیشن کے لئے رابطہ نمبر: 03139292992

Go To Index

تاثرات و سفارشات

ماہنامہ خواتین(ویب ایڈیشن) کے متعلق موصول تاثرات و تجاویز میں سے چند تاثرات و تجاویز ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیشِ خدمت ہیں۔

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ
شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

محترمہ بنتِ رخسار احمد (معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز کنگ سہائی گجرات)

تاثرات: میں ماہنامہ خواتین (ویب ایڈیشن) کی ریڈر ہوں اور پرسنلی اسے بہت پسند کرتی ہوں۔ ماہنامہ خواتین کا مطالعہ مجھے بہت سی اہم معلومات پرووائڈ کرتا ہے۔ اس کے ٹاپکس بہت انٹرسٹنگ ہوتے ہیں۔ کئی بار اسے پڑھتے ہوئے خود کو deeply engaged فیل کرتی ہوں۔

مشورہ: ویسے تو ماشاءاللہ! اس میگزین میں سوشل ایشوز پر بھی بہت اہم آرٹیکلز آتے ہیں جو ہماری social need بھی ہے۔ البتہ! میں یہ recommend کرنا چاہوں گی کہ اسے book form میں publish کیا جائے تاکہ اس سے critical thinking؛ improve ہو سکے اور focused پڑھ سکیں۔ اس کے پڑھنے سے آنکھوں پر pressure فیل نہ ہو، اسے stress free ہو کر اور relax موڈ میں پڑھ سکیں۔

میں یہ بھی recommend کروں گی کہ اس monthly میگزین میں عورتوں میں skills کے بارے میں proper ہر ماہ کچھ بتایا جائے۔ مثلاً: cooking بھی ایک skill ہے۔

محترمہ بنتِ فلک شیر عطاریہ (جوہر آباد ضلع خوشاب)

تاثرات: ماشاءاللہ! ماہنامہ خواتین تمام رسائل و مجلات میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں تقریباً ہر موضوع پر خواتین کے لئے بہترین راہ نمائی موجود ہے، مثلاً: عقائد ہوں یا فقہ، سیرت و سنت ہو یا رہن سہن کے معاملات الغرض ہر موضوع پر مفید معلومات نظر آتی ہیں۔ یقیناً یہ دعوتِ اسلامی کا خواتین کے لئے بہت ہی قابلِ تحسین اقدام ہے کہ وہ گھر بیٹھے مختصر اور دلچسپ ماہنامے کی برکت سے مختصر وقت میں کثیر علمِ دین حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو سنت کے مطابق ڈھال سکتی ہیں۔

مشورہ: مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ سے میری گزارش ہے کہ یہ رسالہ ہارڈ فارم میں بھی مکتبۃ المدینہ سے شائع ہونا چاہیے تاکہ جن خواتین کے پاس اسمارٹ فون نہیں ہیں وہ بھی اس رسالے سے فیضیاب ہو سکیں۔

محترمہ بنتِ مختار احمد (پاکپورہ سیالکوٹ)

تاثرات: ماشاءاللہ! ماہنامہ خواتین بہت کمال کا ماہنامہ ہے اور اس کے موضوعات واقعی بہت دلچسپ، بہت اچھے اور صرف خواتین کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ یوں تو اس کے سارے سلسلے ہی ایک سے بڑھ کر ایک ہیں لیکن مجھے **پیغام بنتِ عطار** اور **رسم و رواج** والا سلسلہ بہت اچھا لگتا ہے۔ بلکہ سلسلہ **رسم و رواج** میں تو مجھے بہت زیادہ رسموں کے حوالے سے آگاہی ملی۔ الحمدُ لِلّٰہ یہ ہماری دعوتِ اسلامی کا کمال ہے۔

محترمہ بنتِ جاوید (خوشبوئے مدینہ گکھڑ منڈی مغلاں سیالکوٹ)

تاثرات: میں اس کے متعلق اپنی یہ رائے دینا چاہتی ہوں کہ مجھے ماہنامہ خواتین بہت اچھا لگتا ہے اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی ذات سے متعلق تمام مضامین بہت پسند ہیں۔

مشورہ: میں اس کو کتابی شکل میں بھی دیکھنا چاہتی ہوں۔

جَزَاکُمُ اللّٰہُ خیراً کثیراً وَّ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃ

اس ماہنامے میں آپ کو کیا اچھا لگا! کیا مزید اچھا چاہتی ہیں! اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز اس ای میل ایڈریس mahnamahkhawateen@dawateislami.net پر یا واٹس ایپ نمبر 03486422931 پر تحریراً بھیج دیجئے۔

Go To Index

اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

دسمبر 2025/ جمادی الاخری، رجب المرجب 1447ھ کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
منسلک اسلامی بہنیں		1108490	79673	1188163
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات	تعداد اجتماعات	11788	1490	13278
	شرکائے اجتماعات	448336	28339	476675
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	14245	1650	15850
	پڑھنے والیاں	118545	10315	128860
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		723361	29273	752634
مدنی مذاکرہ سننے والیاں		160657	13573	174230
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		125516	7571	133087
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		123260	10710	133974
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		40675	2668	43343

نومبر 2025 میں اسلامی بہنوں کے 13 شعبہ جات میں ہونے والے کورسز و سیشنز کی مجموعی کارکردگی

	مقامات	شرکا
مدنی کورسز / سیشنز	330814	295698

47واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے مئی 2026

1. حضور کی اصحابِ بدر سے محبت
2. سب کے سامنے سمجھانے کے نقصانات
3. خواتین دین کا کام کیسے کریں؟

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 فروری 2026

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

Go To Index

فیضانِ صحابیات گرین سٹی واہ کینٹ

الحمدُ للہ پیارے پیارے مرشدِ کریم کے فیضانِ کرم سے عاشقانِ رسول کی دینی تحریک دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں کا عظیم الشان مدنی مرکز **فیضانِ صحابیات گرین سٹی حمزہ مارل جی ٹی روڈ واہ کینٹ** کا مبارک افتتاح نومبر 2021 کو ہوا۔

آفسز کی تعداد

فیضانِ صحابیات کی اس عمارت میں 4 آفسز قائم ہیں:(1)ناظمہ آفس (2)فنانس ڈیپارٹمنٹ آفس (3) مدرسۃ المدینہ بالغات آفس (4)ڈونیشن بکس آفس

فیضانِ صحابیات گرین سٹی واہ کینٹ میں ہونے والے دینی کام

- الحمدُ للہ فیضانِ صحابیات گرین سٹی واہ کینٹ میں رہائشی کورسز اور مدنی مشوروں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- یہاں پر چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے دن کے مختلف اوقات میں 4 درجات پر مشتمل گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگتا ہے،ہر درجہ تقریباً ایک گھنٹہ پینتالیس منٹ پر مشتمل ہوتا ہے۔ان درجات میں کم و بیش 64 بچیاں تجوید، ناظرہ، اسلام کی بنیادی باتیں، سنتیں اور آداب کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔
- بروز بدھ دن 2 تا 4 بجے اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں شریک اسلامی بہنوں کو اپنی اور ساری دنیا کے لوگوں کی اصلاح کی کوشش کا ذہن دیا جاتا ہے۔
- بروز جمعہ دوپہر 12 تا 4 بجے تک روحانی علاج کا بستہ لگایا جاتا ہے، جہاں دکھیاری اسلامی بہنوں کو روحانی علاج، کاٹ اور تعویذات و وظائف کی مفت سہولت بھی فراہم کی جاتی ہے۔
- یہاں مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگتا ہے جس میں 92 اسلامی بہنیں ناظرہ قرآنِ پاک اور تجوید کی تعلیم سے مستفید ہو رہی ہیں۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.net